میثاقِ جمہوریت اور اس سے آگے

ادارہ جاتی اصلاحات کے لئے رہنما اصول

نذیر مہر

طارق ملک

اسامہ بختیار

FRIEDRICH EBERT STIFTUNG

میثاقِ جمہوریت اور اس سے آگے

ادارہ جاتی اصلاحات کے لئے رہنما اصول

نذیر مہر

طارق ملک

اسامہ بختیار

فہرست

مخففات i

پیش لفظ iii

1. تعارف 1

1.1 اصلاحات کی نئی نسل کے لئے منطقی توجیہہ 2

1.2 تحقیقی سوالات 3

1.3 تحقیقی طریقہ کار 4

1.4 تحقیق کا ڈھانچہ 4

2. میثاقِ جمہوریت کا سیاق وسباق 5

3. میثاقِ جمہوریت کے نفاذ کا جائزہ 9

3.1 نفاذ کا طریقہ 9

3.2 میثاقِ جمہوریت کا نفاذ 10

3.2.1 آئینی ترامیم 10

3.2.2 طریقہ کار 16

3.2.3 آزادانہ اور منصفانہ انتخابات 22

3.2.4 سِول ملٹری تعلقات 25

3.3 عملدرآمد میں رکاوٹ 26

4. میثاقِ جمہوریت کے بعد 29

5. 2018 کے بعد کی اپوزیشن کی سیاست 37

5.1 پاکستان ڈیمو کریٹک موومنٹ (پی ڈی ایم) کی تشکیل 38

5.2 پی ڈی ایم میں تقسیم کی وجوہات 39

5.3 اپوزیشن کی سیاست کا مستقبل اور میثاقِ جمہوریت کی تشکیل نو 41

6. میثاقِ جمہوریت کی کامیابیاں اور مشکلات 43

7. آگے کا لائحہ عمل 51

8. ضمیمہ جات 55

ضمیمہ اول: میثاقِ جمہوریت کی بیلنس شیٹ 56

ضمیمہ دوم: سیاسی جماعتوں کے نمائندگان اور صحافتی و سیاسی تجزیہ کاروں کی فہرست جن کا انٹرویو کیا گیا 64

مخففات

اے این پی	عوامی نیشنل پارٹی
اے آر ڈی	الائنس فار ری سٹوریشن آف ڈیموکریسی
بی این پی	بلوچستان نیشنل پارٹی
سی سی آئی	کونسل آف کامن انٹرسٹس
سی جے سی ایس سی	چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی
سی جے پی	چیف جسٹس آف پاکستان
سی او ڈی	میثاقِ جمہوریت
سی ایس او	سِول سوسائٹی آرگنائزیشن
ای سی پی	الیکشن کمیشن آف پاکستان
ای یو	یورپیئن یونین
فاٹا	فیڈرلی ایڈمنسٹریٹڈ ٹرائبل ایریاز
ایف اے ٹی ایف	فنانشل ایکشن ٹاسک فورس
ایف ایم	فریکوئنسی موڈیولیشن
ایف وائے	فنانشل ایئر
جی بی	گلگت بلتستان
جی ڈی پی	گراس ڈومیسٹک پروڈکٹ
آئی ایس آئی	انٹر سروسز انٹیلی جینس
جے آئی	جماعت اسلامی
جے سی ایس سی	جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی
جے ڈبلیو پی	جمہوری وطن پارٹی
کے آئی	کی انفارمنٹ
کے پی	خیبر پختونخواہ
ایل ایف او	لیگل فریم ورک آرڈر

ایل او سی	لائن آف کنٹرول
ایم ایل اینڈ سی ایس	ملٹری لینڈ اینڈ کنٹونمنٹس
نیب	نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو
این ای سی	نیشنل اکنامک کونسل
این ایف سی	نیشنل فنانس کمیشن
این آر او	نیشنل ری کنسلی ایشن آرڈیننس
این ایس سی	نیشنل سیکورٹی کمیٹی
این ڈبلیو ایف پی	نارتھ ویسٹ فرنٹیئر پروونس
پی اے سی	پبلک اکاؤنٹس کمیٹی
پی اے ٹی	پاکستان عوامی تحریک
پی سی سی آر	پارلیمنٹری کمیٹی آن کنسٹی ٹیو شنل ریفارمز
پی سی ای آر	پارلیمنٹری کمیٹی آن الیکٹورل ریفارمز
پی سی او	پروونسل کونسٹی ٹیو شنل آرڈر
پی ڈی ایف	پاکستان ڈیموکریٹک فرنٹ
پی ڈی ایم	پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ
پی کے آر	پاکستانی روپیہ
پی ایم	پرائم منسٹر
پی کے میپ	پختونخواہ ملی عوامی پارٹی
پی ایم ایل	پاکستان مسلم لیگ
پی ایم ایل این	پاکستان مسلم لیگ نواز
پی ایم ایل کیو	پاکستان مسلم لیگ قائداعظم
پی پی پی	پاکستان پیپلز پارٹی
پی ٹی آئی	پاکستان تحریک انصاف
ایس سی پی	سپریم کورٹ آف پاکستان

پیش لفظ

1970 کی دہائی سے، پاکستان کی سیاست کو بنیادی طور پر ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے قائم کی گئی پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے ارد گرد قائم ایک سیاسی اتحاد اور پی پی پی مخالف قوتوں کے ایک گٹھ جوڑ کے درمیان براہ راست مقابلے سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے، جس کی قیادت عام طور پر پاکستان مسلم لیگ نواز شریف کے پاس رہی ہے۔ اگرچہ اس تصادم کی تنظیمی صورتیں مختلف رہیں کیونکہ دونوں جانب سے سیاسی گٹھ جوڑ بنتے ٹوٹتے رہے لیکن یہ مقابلہ بازی اب بھی پاکستانی سیاست میں ٹکراؤ کا بنیادی سبب ہے۔ اسی اثناء میں، مسلح افواج (خاص طور پر بری فوج) ہمیشہ ایک اہم سیاسی قوت موجود رہی، کبھی پس منظر میں، کبھی بالکل منظر عام پر۔ سیاسی محاذ آرائی کا یہ یکطرفہ نظام، جس میں فوج سیاستدانوں پر نظر رکھتی ہے، پاکستان میں جمہوریت کی ترقی اور استحکام میں سخت رکاوٹ ہے۔ سیاست کے یہ دو مخالف فریق جو کہ ایک دوسرے پر دشمن اور پاکستان کے "غدار" ہونے تک کا الزام لگاتے ہیں، نے فریقین کے درمیان تعاون کو انتہائی مشکل بنا دیا ہے۔ ملک کے بہت سے مسائل کے حل کے لیے مشترکہ طور پر خدمت کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ جمہوریت کے لیے نہ صرف منصفانہ انتخابات اور حکومتوں کی پرامن تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ حزب اختلاف کی جانب سے حکومت پر کنٹرول اور تنقید اور باہمی احترام اور تعاون کی مختلف شکلوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ سیاست میں انتہائی متضاد دُوریاں جمہوری حکمرانی کو کمزور کر دیتی ہے اور اس طرح کے توازن کو ناممکن بناتی ہے۔ اس لیے اس صورتحال میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہونی چاہیے کہ 21ویں صدی تک کوئی بھی حکومت پرامن طریقے سے اپنی مدت پوری نہیں کر سکی، سب کا تختہ یا تو بغاوت کے ذریعے، یا سویلین صدور یا عدالتوں کے ذریعہ آئین کا غلط استعمال سے گرایا گیا۔

صرف سال 2006 میں پی پی پی اور پی پی پی مخالف قوتوں کے درمیان سیاسی محاذ آرائی کم ہونا شروع ہوئی اور کچھ عرصے کے لیے غائب ہو گئی– یہاں تک کہ ایک نئی محاذ آرائی (اس بار ابھرتی ہوئی پی ٹی آئی اور پی ایم ایل / پی پی پی کے درمیان) نے وجود پکڑا۔ سابقہ مخالفوں، پی ایم ایل اور پی پی پی کے درمیان تعمیری تعاون کی طرف اس تبدیلی کا اعلیٰ نقطہ اور علامت، "میثاقِ جمہوریت" تھا، جس پر دونوں جماعتوں نے 2006 میں دستخط کیے تھے۔ اس کا پس منظر جنرل مشرف کی فوجی حکمرانی کے خلاف مشترکہ جدوجہد تھی جس نے مل کر کام کرنے کی ضرورت اور افادیت کو ظاہر کیا۔ اس کے نتیجے میں 2008 میں جمہوریت کی واپسی ہوئی۔ اس کے بعد سے، 2008 (پی پی پی کی زیر قیادت) اور 2013 (پی ایم ایل (ن) کی قیادت میں) کی منتخب پارلیمانی حکومتیں اپنی آئینی مدت پوری کرنے میں کامیاب رہی ہیں، اور ایسا لگتا ہے کہ پی ٹی آئی کی زیر قیادت حکومت (2018 میں منتخب) بھی اپنی مدت پوری کر سکے گی۔ پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ بہت اچھی طرح سے دلیل دی جا سکتی ہے کہ 2006 کے "میثاقِ جمہوریت" نے اس کامیابی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ سیاسی محاذ آرائی نے ایک بار پھر پاکستانی سیاست کا رخ کر لیا ہے۔ اب کی بار یہ موجودہ پی ٹی آئی حکومت اور اپوزیشن جماعتوں کے درمیان جھگڑے کی صورت میں ہے۔ موجودہ محاذ آرائی نے دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ

افسوسناک بیان بازی کی زیادتیوں اور یہاں تک کہ قومی اسمبلی میں جسمانی تصادم تک کو دیکھا ہے، جہاں ایک دوسرے پر کتابیں پھینکنا گزشتہ بجٹ کی بحث کا حصہ بن گیا تھا۔ یہ انتہائی افسوسناک ہے، اور پاکستان میں جمہوری حکمرانی کے لیے نئے خطرات پیدا کر سکتا ہے۔ فریقین کا ایک دوسرے کے لیے باہمی احترام اور ملک کی بھلائی کے لیے تعاون کا زیادہ تر امکان ختم ہو چکا ہے۔

15 سال پہلے کا "میثاقِ جمہوریت" ہمیں اب بھی یاد دلا سکتا ہے کہ مقابلہ کرنے والی جماعتوں کے درمیان مفاہمت اور تعاون ممکن ہے، اور یہ سب کے لیے اور پاکستان کے لیے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ فی الحال، کئی مبصرین اور سیاست دانوں نے ملک کو سیاسی تعطل سے نجات دلانے کے لیے ایک نئے میثاقِ جمہوریت کو تیار کرنے اور اس پر اتفاق کرنے کی تجویز دی ہے۔ اگرچہ اس طرح کے نقطہ نظر کی مخالفت یا حمایت کرنے کے لیے اچھے دلائل پیش کیے گئے ہیں، لیکن بحث انتہائی نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ یہ عوام کی توجہ دلاتی ہے کہ احترام اور تعاون سیاسی طور پر اہم ہیں، اور یہ کہ جمہوریتوں کو سیاسی مسابقت کے اصولوں پر تبادلہ خیال کرنا پڑتا ہے، تاکہ اس کی خدمت ہو اور ملک کو نقصان نہ پہنچے۔

زیر نظر مطالعہ، "میثاقِ جمہوریت اور اس سے آگے - ادارہ جاتی اصلاحات کے لیے آگے کا راستہ" اس بحث میں ایک انتہائی مفید شراکت ہے۔ نذیر مہر، طارق ملک، اور اسامہ بختیار نے اس رپورٹ کو ریسرچ کے لیے ایک ساتھ رکھا ہے، تاکہ اصل چارٹر کی طاقت اور کمزوریوں کا تجزیہ کیا جا سکے، اور اس پر اتفاق رائے تک پہنچنے کے لیے تجاویز پیش کی جائیں۔

ہمیں پوری امید ہے کہ یہ پاکستانی جمہوریت کو مزید مضبوط کرنے کے لیے ایک نتیجہ خیز پالیسی بحث میں حصہ ڈالے گی۔

ڈاکٹر یوخن ہپلر
کنٹری ڈائریکٹر
فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ (ایف ای ایس)
پاکستان

عبداللہ دایو
پروگرام کوآرڈینیٹر
فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ (ایف ای ایس)
پاکستان

اسلام آباد، اکتوبر 2021

1. تعارف

پاکستان کا موجودہ آئینی ڈھانچہ 1970 کے اوائل میں، 1973 کے آئین کی صورت میں طے پایا تھا۔ اس آئینی بندوبست پر سیاسی اتفاق رائے ہوا تھا جسے بعد میں آنے والی دو فوجی حکومتوں، بالترتیب جنرل ضیاء الحق اور جنرل پرویز مشرف نے بغیر کسی تسلیم شدہ ضابطے کے تبدیل کیا۔ 1977 میں فوجی بغاوت کے نتیجے میں جنرل ضیاء الحق (1977-88) نے 1973 کے آئین کے پارلیمانی ڈھانچے کو تواتر سے ہونے والی آئینی ترامیم کے ذریعے بدل ڈالا۔ بعد ازاں 1990 کی دہائی میں 3 مرحلہ وار جمہوری منتخب حکومتوں کو قبل از وقت تحلیل کرنے کے لئے اس ترمیم شدہ آئین میں درج خصوصی صدارتی اختیارات کا استعمال کیا گیا۔ اس صورتحال کے پیش نظر جمہوری تسلسل اور سیاسی استحکام کے لئے آئینی اصلاحات کی ضرورت پیدا ہوئی۔

مگر اس سے پہلے کہ ایسی کوئی اصلاحات لائی جاتیں جنرل پرویز مشرف (1999-2008) نے اکتوبر 1999 میں چوتھا مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس مرحلے میں ایک اور منتخب حکومت کا خاتمہ کیا گیا۔ جنرل مشرف نے آئین میں کئی ترامیم متعارف کروائیں۔ اس کا مقصد وزیر اعظم کے اختیارات کو مزید محدود کرنا اور ملک کی دو بڑی سیاسی قوتوں میاں محمد نواز شریف کی مسلم لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی کی سیاسی قیادت کو سیاست سے باہر رکھنا تھا۔

ملک میں اداروں کے مابین طاقت کے توازن کو بہتر بنانے اور مرکزی دھارے کی سیاسی قوتوں کے لئے چھین لی گئی ہوئی سیاسی موجودگی کو ایک بار پھر سے احیاء دینے کے لئے دونوں سیاسی جماعتوں پی ایم ایل این اور پی پی پی کی جلاوطن سیاسی قیادت نے جس کے پاس فوجی بندوبست والی جمہوریت میں کوئی زیادہ سیاسی کردار بھی نہیں تھا، 14 مئی 2006 کو میثاقِ جمہوریت پر اتفاق رائے کیا۔[1]

اس معاہدے نے پاکستانی سیاسی منظر نامے پر تاریخی اثرات چھوڑے۔ ان دونوں سیاسی جماعتوں نے مل کر دو سیاسی ستونوں کا کردار نبھایا جسے سیاسی ماہرین دو جماعتی نظام کہہ کر پکارتے ہیں اور یہ ملک میں 1990[2] کی دہائی کی سیاسی حقیقت رہا ہے۔ آج بھی پی ایم ایل این اور پی پی پی ملکی پارلیمان میں بالترتیب دوسری اور تیسری بڑی سیاسی قوتیں ہیں۔ ان دو جماعتوں کے لئے مشترکہ طور پر ایک سیاسی اصلاحات کے منصوبے پر متفق ہونا، دو جماعتی نظام میں تعاون کی وہ صورت تھی جو اب نایاب ہو چکی ہے۔ پاکستانی سیاسی نظام میں جہاں مخالفت کا دور دورہ ہے یہ ایک بہت حیران کن امر تھا۔ درحقیقت آج بھی میثاقِ جمہوریت مختلف سیاسی نظریات سے وابستہ جماعتوں کے لئے ایک رہنما اصول ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اہم قومی مسائل پر مشترکہ مقاصد کے لئے اتفاق رائے کیسے کیا جا سکتا ہے۔

---

1 Daily Dawn. Text of Charter of Democracy. (2006) https://www.dawn.com/news/192460/text-of-the-charter-of-democracy (accessed Sep, 2020)

2 Ali, Salman et al. The Novel Changes in Pakistan's Party Politics: Analysis of Causes and Impacts. (2020)

میثاقِ جمہوریت کا حقیقی مقصد پاکستان میں جمہوریت کی مضبوطی اور ریاست کی آئینی صورت کی بحالی تھی کیونکہ یہ فوجی ادوار میں کی جانے والی آئینی ترامیم کے مقابل ایک دستاویز کی صورت تیار کیا گیا تھا۔ اس معاہدے میں ایسی بہت سی آئینی اور قانونی اصلاحات پر بھی اتفاق کیا گیا تھا جو طویل عرصے سے حل طلب معاملات جیسا کہ صوبائی خودمختاری، مقامی حکومتوں کے قیام، عدلیہ کی آزادی، عوامی شعبے کا احتساب، انتخابی اصلاحات اور سول ملٹری تعلقات سے متعلق تھیں۔ ان منقسم موضوعات پر قومی سطح کا سیاسی اتفاق رائے ایک بڑی کامیابی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میثاقِ جمہوریت آج بھی اپنی اہمیت برقرار رکھتا ہے۔

1.1 نئی نسل کے اصلاحاتی ایجنڈے کی توجیہہ

سال 2021 کا پاکستان اس وقت سے بہت بدل گیا ہے جب پندرہ سال پہلے میثاقِ جمہوریت پر اتفاق رائے ہوا تھا۔ سال 2008 سے آج تک پاکستان میں دو جمہوری ادوار مکمل ہوئے ہیں اور اپنے پانچ سال پورے کر کے دو منتخب حکومتوں نے پرامن طور پر انتقال اقتدار کا مرحلہ گزارا ہے۔

پاکستان کا سیاسی نظام بھی دو جماعتی نظام سے بدل کر کثیر جماعتی نظام بن چکا ہے۔ پاکستان تحریک انصاف سال 2013 اور 2018 کے انتخابات میں ایک بڑی سیاسی قوت بن کے ابھری ہے۔ 1990 کی دہائی کے بعد اگست 2018 میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز کے علاوہ کسی تیسری سیاسی قوت نے وفاق میں اپنی حکومت بنائی ہے۔ 2018 کے عام انتخابات میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز، دونوں نے مل کر عوامی رائے دہی کا 37 فیصد جبکہ تحریک انصاف نے اکیلے ہی 32 فیصد عوامی رائے دہی کا اعتماد حاصل کیا ہے۔

وہ سیاسی دوستی جو ان دو روایتی سیاسی جماعتوں کے مابین سال 2008 اور 2018 کی دہائی کے دوران پروان چڑھی، اب وہ ایک بار پھر 90 کی دہائی کی جانب لوٹ گئی ہے۔ پاکستان تحریک انصاف نے میثاقِ جمہوریت سے متعلق اپنی ناپسندیدگی کو کبھی نہیں چھپایا۔ سیاسی کھلاڑیوں کے درمیان میثاقِ جمہوریت کے لئے ایک جامع قبولیت کے نہ ہونے نے بھی اس کے مکمل اطلاق میں رکاوٹیں ڈالی ہیں۔

میثاقِ جمہوریت پر دستخط ہونے کے پندرہ سال بعد، مسلح افواج کے مقابلے سویلین حکومت کا کردار اب بھی آئین میں وضع کردہ ادارہ جاتی ڈھانچے کے مطابق نہیں ہے۔ پانامہ پیپرز کیس میں جولائی 2017 میں سابق وزیر اعظم نواز شریف کی نااہلی کے بعد سے ایک طرف اپوزیشن سیاسی جماعتوں اور میڈیا اور دوسری طرف حکومت اور دیگر ریاستی اداروں بالخصوص عدلیہ اور فوج کے درمیان رسہ کشی جاری ہے۔

بین الاقوامی مبصرین جیسے کہ یورپی یونین مشن نے 2018 کے عام انتخابات کی سالمیت پر کچھ سنگین سوالات اٹھائے ہیں۔ ان انتخابات کے نتائج پر اختلاف حکومت اور اپوزیشن کے درمیان موجودہ تناؤ کی بنیاد ہے۔ عدلیہ اور فوج کو اس بحث میں مختلف مقامات پر کھینچا گیا ہے۔

نئے سیاسی اداکاروں کے علاوہ، وہ بھی جن کی پارلیمنٹ میں نمائندگی محدود یا کوئی نہیں ہے۔ خلل ڈالنے والے سیاسی اظہار کی ایک نئی شکل پر ہاتھ ڈالا ہے جس نے بار بار حکومتوں کے ہاتھوں اپنی بولی لگانے پر مجبور کیا ہے۔ 2012 کے بعد سے پاکستان کی سیاست کم از کم چھ مختلف مواقع پر بار ہا دھرنوں کے ہاتھوں یرغمال رہی۔

اس نے سیاسی منظر نامے کو نمایاں طور پر تبدیل کر کے سیاسی اختلافات کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ قانون سازی اور انتظامی اصلاحات کے ایجنڈے پر اتفاق رائے حاصل کرنے کے لئے ایک نئے نقطہ نظر کا مطالبہ کیا۔

اسی کو محسوس کرتے ہوئے پی پی پی اور مسلم لیگ ن کی قیادت نے میثاقِ جمہوریت کی تجدید پر زور دیا ہے[3]۔ 11 جماعتی اپوزیشن اتحاد پاکستان ڈیموکریٹک مومنٹ نے بھی اس کال کی توثیق کی اور ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے نئے چارٹر کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کے باوجود، اس کے بعد سے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) مخالف کیمپوں میں چلے گئے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ پی ڈی ایم کی قسمت میں بھی اتار چڑھاؤ آیا ہے، جس سے اس کی بر قرار رہنے اور تعمیری مخالفت پیش کرنے کی صلاحیت پر شدید شکوک پیدا ہو رہے ہیں۔

چاہے جیسا بھی ہو، میثاقِ جمہوریت کی تجدید، نظر ثانی یا احیاء کے لئے کسی بھی اقدام کا آغاز اس کی کامیابیوں اور متفقہ اقدامات پر عمل درآمد میں ناکامیوں کے تفصیلی جائزے کے ساتھ ہونا چاہیے، اور ساتھ ہی ساتھ میثاقِ جمہوریت کو تبدیل شدہ سیاسی حقیقت کے ساتھ دوبارہ ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ جو کہ 2006 سے نمایاں طور پر مختلف ہے۔ اس مطالعے نے میثاقِ جمہوریت کے عمل، مفروضوں، مواد اور دستخط کے بعد عمل درآمد کے طریقہ کار کا جائزہ لے کر ایسا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے ناکامیوں کے اسباب کو تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ میثاقِ جمہوریت کے نفاذ میں کامیابیوں، خلاء اور چیلنجوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ یہ مطالعہ سیاسی جماعتوں کی مدد کرے گا- چارٹر کے حقیقی محافظین- اس کے مقاصد اور عزائم کا جائزہ لینے اور قومی اصلاحات کے متفقہ وژن کا دوبارہ دعویٰ کریں گے جس کی وہ نمائندگی کرتی ہے۔

1.2 تحقیقی سوالات

میثاقِ جمہوریت کے تجزیے اور ایک نئے اصلاحاتی ایجنڈے کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہ مطالعہ درج ذیل سوالات کو تلاش کرے گا۔

- میثاقِ جمہوریت کی وسیع کامیابیاں اور چیلنجز کیا ہیں؟
- کیا میثاقِ جمہوریت اس وقت ملک کے قانونی اور پالیسی فریم ورک سے آگاہ کرنے کے لئے ادارہ جاتی اصلاحات کی دستاویز کے طور پر متعلقہ ہے؟

3 Ali, Salman et al. The Novel Changes in Pakistan's Party Politics: Analysis of Causes and Impacts. (2020)

- کیا میثاقِ جمہوریت نے سول ملٹری توازن حاصل کیا کیونکہ یہ میثاقِ جمہوریت کے اہم موضوعات میں سے ایک تھا؟
- آگے بڑھتے ہوئے، نئی نسل کو ادارہ جاتی اصلاحات کے ایجنڈے سے آگاہ کرنے کے لئے اہم اسباق کیا ہیں؟

1.3 تحقیق کا طریقہ کار

ثانوی ادب کے جائزے اور سینئر سیاسی اور فکری قیادت کے اہم معلوماتی انٹرویوز کی بنیاد پر، یہ مطالعہ سیاسی اور ادارہ جاتی پس منظر کا خاکہ پیش کرتا ہے، جو ان عوامل کو نمایاں کرتا ہے جن کی وجہ سے میثاقِ جمہوریت پر دستخط ہوئے۔ یہ میثاقِ جمہوریت کے نفاذ کے ساتھ ساتھ 2008 سے 2018 تک کی گئی آئینی، قانونی اور پالیسی اصلاحات کے بارے میں اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے عمل میں ہونے والی پیش رفت کا بھی جائزہ لیتا ہے، اور جو اس کے مستقبل کی تشکیل کرے گا۔ انٹرویوز نے اس مطالعے کے نتائج اور سفارشات کو نمایاں طور پر آشکار کیا ہے۔

1.4 تحقیق کا ڈھانچہ

پہلا باب میثاقِ جمہوریت کی مطابقت اور اس مطالعہ کے دائرہ کار اور مقصد کی وضاحت کرتا ہے۔ باب دو ان تاریخی سیاسی واقعات کا تذکرہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں سرکردہ سیاسی جماعتیں قانون سازی اور ادارہ جاتی اصلاحات کے کم از کم مشترکہ ایجنڈے پر متفق ہوئیں۔ تیسرا باب میثاقِ جمہوریت کے مندرجات، اس کی موضوعاتی توجہ اور نفاذ کے عمل کا تجزیہ کرتا ہے۔ چوتھا باب ان سیاسی اور تزویراتی پیش رفتوں پر روشنی ڈالتا ہے جو میثاقِ جمہوریت پر دستخط کے بعد یعنی 2006 اور 2021 کے درمیان ہوئیں۔ پانچویں باب میں 2018 کے بعد کی مخالفانہ سیاست کی حرکیات کی تفصیل دی گئی ہے۔ باب چھ میں نتائج کی فہرست دی گئی ہے جب کہ ساتویں باب میں سیاسی جماعتوں کے لئے آگے بڑھنے کا راستہ تجویز کیا گیا ہے کیونکہ وہ آئینی اور ادارہ جاتی اصلاحات کی اگلی نسل کے لئے مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنا چاہتے ہیں۔

.2 میثاقِ جمہوریت کا سیاق وسباق

آئین کے بغیر ریاست

پاکستان کو اپنے قیام سے ہی جمہوریت کے مسائل کا سامنا ہے۔ اپنے 74 سالہ وجود میں اس کے تین آئین، چار فوجی بغاوتیں، 11 عام انتخابات ہوئے۔ اور اس نے پارلیمانی اور صدارتی دونوں طرز حکومت کے ساتھ تجربہ کیا۔[4] پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے 12 مارچ 1949 کو قرارداد مقاصد منظور کی، اسی دن اسمبلی نے قرارداد مقاصد کو بنیاد بناتے ہوئے آئین کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک بنیادی اصول کمیٹی تشکیل دی۔[5] آئین کا پہلا مسودہ 1954 میں تیار ہوا جب اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد نے اسمبلی کو برخاست کر دیا جس سے ریاست کو آئین دینے کے بنیادی کام میں مزید دو سال کی تاخیر ہوئی[6]۔ پہلا آئین مارچ 1956 میں دوسری دستور ساز اسمبلی نے منظور کیا تھا جسے منسوخ کر دیا گیا تھا کیونکہ اکتوبر 1958 میں جنرل ایوب خان نے پہلا مارشل لاء لگایا تھا۔[7] ان کے جانشین جنرل یحییٰ خان نے 1969 میں اپنے سابق سے اقتدار سنبھالا۔ پیپلز پارٹی کی قیادت میں پارلیمنٹ نے 1973 میں ملک کو تیسرا آئین دیا جو موجودہ آئین کا لازمی ڈھانچہ بنا رہا ہے۔ پہلے دو کے برعکس، یہ آئین وفاق کی اکائیوں کی نمائندگی کرنے والے تمام سیاسی اسٹیک ہولڈرز کے درمیان وسیع البنیاد اتفاق رائے کا نتیجہ تھا۔

جب کہ ملک کے پاس 1973 کے متفقہ آئین کی شکل میں قواعد کا پہلا مجموعہ تھا، لیکن "غیر پارلیمانی قوتوں" نے اسے نظر انداز کر دیا۔[8] ریاستی اداروں کے آئینی کردار اور ذمہ داریوں پر اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے ہاں جمہوریت کمزور ہی رہی۔

مارشل لا کے درمیان جمہوری وقفہ

1958 میں جب جنرل ایوب خان نے پہلا مارشل لاء لگایا تو پاکستان نے پہلے ہی اپنے 11 سالہ سویلین دور حکومت میں سات وزرائے اعظم دیکھ لئے تھے۔ 1969 میں عوامی تحریک کے سامنے جھکتے ہوئے جنرل ایوب خان نے جنرل یحییٰ خان کے حق میں دستبردار ہو گئے جنھوں نے 1970 میں عام انتخابات کرائے تھے۔ انتخابی نتائج پر تنازعہ بالآخر جنگ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا باعث بنا جس نے بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان کیا۔ پیپلز پارٹی کے بانی سربراہ ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آئے اور

---

4 Mufti, Mariam et al. Pakistan’s Political Parties, Surviving between Dictatorship and Democracy (2020).p.15

5 http://www.na.gov.pk/en/content.php?id=75 (accessed Jan 31, 2021)

6 Ibid.

7 Ibid.

8 Waseem, Muhammad: Political Parties in “Establishmentarian Democracy, “Pakistan’s Political Parties, Surviving between Dictatorship and Democracy (2020), edited by Mariam Mufti et al p.317

1973 تک جمہوری طور پر منتخب پارلیمنٹ کے ذریعے تیار کردہ پہلا آئین نافذ کیا گیا۔ صرف پانچ سال بعد جنرل ضیاء الحق کی قیادت میں ایک فوجی بغاوت نے بھٹو کو اقتدار سے باہر کرنے پر مجبور کر دیا۔ مسلسل سیاسی تحریک کے دباؤ کے تحت جنرل ضیاء نے 1985 میں غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرائے تھے۔ 1988 میں حکومت برطرف کر دی گئی اور پارلیمنٹ تحلیل ہو گئی۔

1990 کی دہائی کے دوران، صدارتی حکم نامے کے ذریعے، آئین کے آرٹیکل 58 (2) بی کے تحت دیے گئے اختیارات کے تحت، بدعنوانی، اقربا پروری اور بدانتظامی کے الزامات کے تحت مسلسل چار منتخب حکومتوں کو وقت سے پہلے برطرف کر دیا گیا۔ 1999 میں چیف آف آرمی سٹاف جنرل مشرف نے منتخب وزیر اعظم نواز شریف کو معزول کر کے ایک بار پھر فوجی حکومت قائم کر دی، جس کی بعد میں سپریم کورٹ نے توثیق بھی کر دی کی۔

پیپلز پارٹی کی سربراہ بے نظیر بھٹو نے 1990 کی دہائی کے آخر میں سیاسی دشمنی کا سامنا کرنے سے بچنے کے لئے پہلے ہی خود ساختہ جلاوطنی اختیار کر لی تھی۔ نواز شریف کو فوجی اقتدار پر قبضے کے بعد ایک سال تک جیل میں رہنے کے بعد دسمبر 2000 میں سعودی عرب جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ دونوں رہنماؤں کو ملکی سیاست میں حصہ لینے سے روک دیا گیا۔ ایک نئی آئینی ترمیم نے وزیر اعظم کے عہدے کے لئے دو مدتی حد متعارف کرائی جس نے بنیادی طور پر بے نظیر بھٹو اور نواز شریف دونوں کو انتخابی سیاست میں کسی بھی معنی خیز کردار سے روک دیا۔ سیاست میں دوبارہ داخل ہونے اور ایک مرتبہ پھر سیاسی مطابقت حاصل کرنے کے لئے، دونوں سیاسی جماعتوں کی قیادت کو اصلاحات کے کم از کم مشترکہ ایجنڈے پر متفق ہونے کی ضرورت ہے۔

اے آر ڈی اور میثاقِ جمہوریت

دسمبر 2000 میں، پی پی پی اور پاکستان مسلم لیگ نواز نے مختلف چھوٹی جماعتوں کے ساتھ مل کر پاکستان میں سویلین حکمرانی کی واپسی کے لئے جدوجہد کرنے کے لئے اے آر ڈی تشکیل دی۔ اس کی بنیاد رکھنے والی قرارداد میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ "بغیر کسی پیشگی شرائط کے مالی طور پر خود مختار اور آزاد الیکشن کمیشن کے ذریعے اور اسٹیبلشمنٹ کی مداخلت کے بغیر، جمہوریت کی بحالی اور اقتدار کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لئے، قومی اتفاق رائے کی ایک نگران حکومت کے تحت، آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے جائیں۔"[9]

قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ 1973 کے آئین میں کوئی بھی ترمیم آئینی طریقہ کار کا احترام کیے بغیر کی گئی یا "طاقتوں کے دباؤ" کے تحت کی گئی، ناقابل قبول ہو گی[10]۔ اے آر ڈی نے مزید عزم کیا کہ "جلد سے جلد جمہوریت کی بحالی کے لئے پر امن ذرائع

9 https://www.refworld.org/docid/3df4be8e2c.html (accessed Oct 30, 2020)

10 Ibid

سے ہم آہنگی، متحرک، منظم اور مل کر جدوجہد کریں گے۔[11] "یہ قرارداد میثاقِ جمہوریت کا پیش خیمہ بن گئی۔ پانچ سال بعد[12]، اے آر ڈی کے اتفاق رائے کی بنیاد پر، پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) نے میثاقِ جمہوریت پر دستخط کر دیئے۔

میثاقِ جمہوریت پر دستخط پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ایک اہم لمحہ اس لئے ہے کیونکہ دو بڑی قومی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے تسلیم کیا کہ ان کے تمام اختلافات کو حل کرنے کے لئے حقیقی طور پر منتخب ہونے کی مخالفت کرنے والی قوتوں کے لئے ایک متحد اور مشترک سیاسی محاذ کھڑا کرنا ضروری ہے۔ یہ یاد کرتے ہوئے کہ یہ معاہدہ کیسے ہوا، کمیٹی کے چار ارکان میں سے ایک[13]، جنہوں نے میثاقِ جمہوریت کا مسودہ تیار کیا اور اس احساس کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا: "کئی سالوں کی انتہائی الزام تراشی اور نفرت بھری سیاست اور 1999 کی فوجی بغاوت کے بعد، پی پی پی کے رہنماؤں اور مسلم لیگ (ن) کی قیادت نے فیصلہ کیا کہ ان کی ملک اور اس کے عوام کے تیئں ذمہ داری ہے کہ جب وہ انتخابی سیاست میں مقابلہ کرتے ہیں تو انہیں جمہوری تعاون کو مضبوط کرنا چاہیے۔ انہوں نے ضابطہ اخلاق پر اتفاق کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ ان کی سیاسی دشمنی جمہوری عمل کو کمزور نہ کرے۔

مسلم لیگ (ن) کی نمائندگی کرنے والے سینئر سیاستدان کے مطابق میثاقِ جمہوریت کی اہمیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ مرکزی دھارے کی دو جماعتوں نے آئین کو فوجی آمروں کی طرف سے متعارف کرائی گئی ترامیم سے پاک کرنے کا فیصلہ کیا اور پاکستان کو درپیش سب سے بڑے حل طلب سیاسی چیلنجوں میں سے ایک، یعنی محدود صوبائی خودمختاری پر اتفاق رائے پیدا کیا۔ وہ کہتے ہیں[14] کہ میثاقِ جمہوریت ہی نے 18ویں آئینی ترمیم کی راہ ہموار کی کیونکہ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔

11 Ibid

12 May 14, 2006

13 The committee comprised Ahsan Iqbal and Ishaq Dar representing the PML-N and Raza Rabbani and Safdar Abbasi representing the PPP.

14 A Key Informant interviewed by TRI in February 2021

3. میثاقِ جمہوریت کے نفاذ کا جائزہ

2008 کے انتخابات کے فوراً بعد، پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) کے رہنما پی سی بھوربن ریزورٹ میں جمع ہوئے اور ایک مشترکہ اعلامیہ میں میثاقِ جمہوریت پر عمل درآمد[15] کے لئے ایک متفقہ لائحہ عمل کا اعلان کیا۔ 18 ویں، 20 ویں اور 25 ویں آئینی ترامیم، ساتویں قومی مالیاتی کمیشن (این ایف سی) ایوارڈ اور الیکشن ایکٹ، 2017 میثاقِ جمہوریت کے تحت متفقہ متعدد دفعات کی عکاسی کرتے ہیں۔ جہاں تک آئینی ترامیم کا معاملہ ہے، سال 2009 میں ایک پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات (پی سی سی آر) میں تشکیل دی گئی تھی جس میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ارکان تھے۔ پی سی سی آر کا بنیادی مقصد 1973 کے آئین کو بحال کرنا تھا۔ اس سلسلے میں کمیٹی نے بڑے پیمانے پر عوام سے ترامیم پر تجاویز طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ پی سی سی آر کا کام 10 مہینوں میں 77 اجلاسوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے نتیجے میں 18 ویں آئینی ترمیم کی دستاویز تیار ہوئی جس نے پاکستان میں طرز حکمرانی کے ڈھانچے کو مؤثر طریقے سے تبدیل کر دیا اور صوبوں کو مزید خود مختاری دی[16]۔ اس کمیٹی میں تمام سیاسی جماعتوں کی نمائندگی تھی۔ کمیٹی کے رولز آف بزنس میں کہا گیا ہے کہ تمام ترامیم کو اتفاق رائے یا دو تہائی اکثریت سے منظور کیا جائے گا۔

3.1 نفاذ کا مرحلہ

طرز حکمرانی میں اصلاحات کی کامیابی کا انحصار نہ صرف ان کے مواد پر ہے بلکہ اس کا دارومدار ان اصلاحات کی تیاری اور آغاز میں اپنائے جانے والے عمل پر بھی ہے۔ اس عمل کے دوران "کیسے کیا جائے گا" کا سوال اگر "کیا کیا جائے گا" سے زیادہ اہم نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ میثاقِ جمہوریت کے تناظر میں اصلاحاتی عمل پر درآمد کا آغاز 18 ویں آئینی ترمیم سے ہوا۔ پی سی سی آر کی کارروائی کو خفیہ[17] رکھا گیا تھا اور تفصیلات کو صرف اراکین اور چیئر کی صوابدید پر وسیع تر عوام کے ساتھ شیئر کیا گیا تھا۔ جب مجوزہ ترامیم پر بحث کی بات آئی تو قومی اسمبلی میں بل پر صرف دو دن بحث ہوئی جب کہ سینٹ میں اس سے دُگنا دن لگے۔ اس کے برعکس، 1973 کے آئین پر پارلیمانی بحث نو ہفتے تک جاری رہی تھی[18]۔

"کمیٹی کی جانب سے پارلیمنٹ کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرنے کے بعد عوام اور پارلیمانی بحث کے عمل کو مختصر کرنے کے عمل"[19] کو آزاد ماہرین اور سیاستدانوں نے تنقید کا نشانہ بنایا۔ ترمیم پر پارلیمنٹ میں بحث اس حقیقت کے سبب زیادہ اہم ہو گئی کہ

15 Perlez Jane. *Musharraf foes strike a power sharing deal in Pakistan.* (2008). https://www.nytimes.com/2008/03/09/world/asia/09iht-pakistan.4.10849401.html (Accessed Jan 31, 2021)

16 The Research Initiative. *Decade of Democracy in Pakistan*. (2019) p.60

17 Mehboob, Ahmed Bilal: *The reason why debate on 18th Amendment refuses to die?*(2020) https://www.arabnews.pk/node/1709751 (accessed Feb 4, 2021)

18 Ibid

19 Mehboob, Ahmed Bilal. Eight years on, (2018). https://www.dawn.com/news/1401912 (accessed Jan 31, 2021)

اس معاملے پر اختلاف رائے یا نظر ثانی کے لئے لگ بھگ اٹھارہ نکات تھے، جو کمیٹی کے 26 میں سے 15 ارکان نے لکھے تھے، جنہیں پی سی آر رپورٹ کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔[20]

3.2 میثاقِ جمہوریت کا نفاذ

میثاقِ جمہوریت کی تمہید میں، دونوں رہنماؤں نے اپنے آپ کو "پاکستان کے منتخب رہنما" کے طور پر بیان کرتے ہوئے اپنی جمہوری اسناد کے درمیان اور اس وقت حکومتی قیادت کے ساتھ ایک تضاد ظاہر کیا۔ میثاقِ جمہوریت کے مصنفین نے اس وقت کی حکومت کے لئے آئینی جواز کی کمی اور اس کی ناکام کارکردگی زور دیا۔ قانون کی حکمرانی، جمہوری اصولوں اور انسانی حقوق کے احترام، عدلیہ کی آزادی، میڈیا اور خدمات عامہ پر مبنی پاکستان کا ایک متبادل تصور پیش کیا یعنی امن پر مبنی خارجہ پالیسی[21]۔ اس تصور کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لئے میثاقِ جمہوریت متعدد اصلاحات کا عہد کرتا ہے۔ ذیل میں ان وعدوں کے متعلق پیشرفت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

3.2.1 آئینی ترامیم

اس معاملے پر کئے گئے زیادہ تر وعدوں کو 18 ویں ترمیم کی منظوری کے ساتھ پورا کیا گیا تھا۔ اس مد میں کل 10 وعدوں میں سے چھ مکمل طور پر پورے کر دیئے گئے ہیں، تین جزوی طور پر پورے ہوئے ہیں جب کہ ایک پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ مسلم لیگ (ن) کی نمائندگی کرنے والے ایک رکن کے الفاظ میں، میثاقِ جمہوریت کی سب سے بڑی کامیابی 18 ویں ترمیم تھی جس کے نتیجے میں صوبائی خود مختاری کا مسئلہ حل ہوا اور آئین کے وفاقی پارلیمانی ڈھانچے کی بحالی ہوئی۔ مندرجہ بالا معاملے میں دفعات پر پیش رفت ذیل میں زیر بحث ہے۔

وفاقی آئینی عدالت

کہا گیا تھا کہ وفاقی آئینی عدالت، چھ سال کی مدت کے لئے تشکیل دی جائے گی، جس کا مقصد وفاقی اکائیوں کے درمیان آئینی مسائل کو حل کرنا تھا[22]۔ اس وفاقی آئینی عدالت کے نفاذ پر کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

20 Mehboob, Ahmed Bilal. The reason why debate on 18th Amendment refuses to die. (2020). https://www.arabnews.pk/node/1709751 Jul 2020 (accessed Jan 31, 2021)

21 Ibid

22 CoD text

18ویں ترمیم سے پہلے کے دور میں، چیف جسٹس اور متعلقہ ہائی کورٹس کے چیف جسٹس اعلیٰ عدالتوں میں تقرریوں کے لئے صدر کو ججوں کے ایک پینل کی سفارش کرنے کے ذمہ دار تھے[23]۔ 18ویں ترمیم نے سپریم کورٹ کے ججوں کی تقرری میں پارلیمنٹ کو بھی ایک کردار دیا ہے۔ تاہم، آئینی ترمیم کو سپریم کورٹ میں اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا کہ "نئی تقرری کا عمل عدلیہ کی آزادی کی خلاف ورزی ہے۔[24]" ایک آئینی سمجھوتے کے تحت، پارلیمنٹ نے 19ویں ترمیم کے ذریعے، عدالتی عہدوں پر تقرریوں میں چیف جسٹس کی سربراہی میں جوڈیشل کمیشن کے کردار کو وسعت دی۔ تاہم ان انتخابوں کو پارلیمانی کمیٹی سے گزرنا چاہیے۔ اور پارلیمانی کمیٹی کی جانب سے کسی نامزد کو مسترد کرنے کی صورت میں، مسترد ہونے کی وجوہات جوڈیشل کمیشن کے ذریعے نظر ثانی سے مشروط ہیں[25]۔

مجموعی طور پر، اعلیٰ عدلیہ میں تقرریوں پر پارلیمانی نگرانی کو یقینی بنانے کے لئے 18ویں ترمیم میں حاصل ہونے والے فوائد کو 19ویں ترمیم کے ذریعے کالعدم کر دیا گیا ہے۔

قومی نظامِ احتساب

مزید برآں، میثاقِ جمہوریت میں تمام خصوصی عدالتوں بشمول احتساب عدالتوں کو ختم کرنے اور تمام مقدمات کو باقاعدہ عدالتوں میں چلانے کا واضح معاہدہ موجود تھا، جو ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ میثاقِ جمہوریت پر دستخط کرنے والوں کو 1999 میں نافذ کیے گئے قومی احتساب آرڈیننس کے تحت بنائی گئی احتساب عدالتوں کے ہاتھوں بھاری نقصان اٹھانا پڑا، جس نے قومی احتساب بیورو قائم کیا، جو کہ ایک اعلیٰ اختیاراتی، خود مختار انسداد بدعنوانی کا ادارہ ہے۔

اس سلسلے میں بین الاقوامی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ادارے کی قانونی حیثیت اور اس کے اقدامات کی سیاسی غیر جانبداری سے متعلق متعدد تنازعات کے باوجود، نئے انسداد بدعنوانی قانون پر کوئی معاہدہ نہیں ہو سکا ہے کیونکہ مرکزی دھارے کی جماعتیں پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) ناکام ہو گئیں۔ اتفاق رائے پیدا کریں۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ پاکستان میں بدعنوانی کے خلاف قانون سازی اور پالیسی سازی کی تاریخ کا جمہوری اداروں کی ترقی سے گہرا تعلق ہے۔ عوامی اور نمائندہ دفتر نااہلی ایکٹ 1949 میں منظور کیا گیا تھا جس کے تحت حکومت افراد کو 15 سال تک عوامی عہدہ رکھنے سے نااہل قرار دے سکتی ہے اگر وہ "بدانتظامی" کے مرتکب پائے جائیں۔ 1959 میں، الیکٹیو باڈیز (نااہلی) آرڈر پاس کیا گیا جس نے ایک بار پھر اندازے کے مطابق 6,000 منتخب نمائندوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی گئی اور مبہم طریقے

23 Ijaz Saroop. *Judicial Appointments in Pakistan: Coming Full Circle.* https://sahsol.lums.edu.pk/law-journal/judicial-appointments-pakistan-coming-full-circle (accessed Jan 27, 2021)

24 Ibid

25 Nelson, Mathew J. *Countries at the Crossroads 2011: Pakistan.* Freedom House p.9

سے بیان کردہ "بدانتظامی" کے تحت نااہل قرار دیا گیا۔ مورخین اور سیاسی مبصرین[26] کے درمیان اس بات پر وسیع اتفاق رائے ہے کہ اس قانون کا مقصد بدعنوانی کو سزا دینے کے بجائے سیاسی مخالفت کو بے اثر کرنا تھا۔

1990 کی دہائی کے دوران مسلسل چار حکومتوں کو بدعنوانی کے الزامات کے تحت برطرف کیا گیا تھا اور یہ پاکستان اسٹیل ملز کی نجکاری کے مقدمے میں سپریم کورٹ کا فیصلہ تھا جس کی وجہ سے چیف جسٹس کو ہٹا دیا گیا تھا جس کے بعد وکلاء برادری کی جانب سے ایک قومی احتجاجی تحریک شروع ہوئی تھی جس کے نتیجے میں بالآخر 2008 میں جنرل مشرف کو جانا پڑا تھا۔ اس لئے یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ موجودہ سیاست دانوں نے پروڈا، ایبڈو اور قومی احتساب قانون (نیب) کو ایک جیسا قرار دیا ہے۔[27]

سپریم کورٹ آف پاکستان (ایس سی پی) نے 20 جولائی 2020 کو مسلم لیگ (ن) کے رہنماؤں کی درخواست ضمانت پر 87 صفحات پر مشتمل فیصلے میں نوٹ کیا: "یہ مقدمہ بنیادی حقوق کو پامال کرنے، آزادی سے غیر قانونی محرومی، اور آزادی اور انسانی وقار کی مکمل پامالی جس کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے، کی ایک تاریخی مثال ہے، اس پورے مقدمے میں نیب کا طرز عمل قانون، انصاف، مساوات اور حقانیت کی خلاف ورزیوں سے بھرا ہوا ہے"[28]۔ یورپی کمیشن نے اپنی 2020 کی رپورٹ میں لکھا: "2018 کے انتخابات کے بعد سے حکمران جماعت کے وزراء اور سیاستدانوں کے بہت کم مقدمات کی پیروی کی گئی ہے، جو کہ نیب کی جانبداری کی عکاسی سمجھی جاتی ہے۔[29]" نیب کا قانون "منصفانہ ٹرائل اور مناسب عمل کا حق، وقار کا حق، نقل و حرکت کی آزادی، رازداری اور تجارت اور کاروبار کرنے کی آزادی کی آئینی دفعات کے منافی ہے۔ یہ گرفتاری اور نظر بندی اور سابقہ سزا کے خلاف آئینی تحفظات کی خلاف ورزی کرتا ہے[30]۔ یہ مشتبہ افراد کو ضمانت کے حق کے بغیر 90 دن تک حراست میں رکھتا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ نے کہا: "پاکستان کی پارلیمنٹ کو نیب آرڈیننس میں ترمیم یا اسے منسوخ کرنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ احتساب کے بہانے منصفانہ ٹرائل، مناسب عمل اور شفافیت کے اصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا جائے۔"

اس تحقیق کے زیادہ تر ماہرین[31] کا خیال تھا کہ آئین کی بالادستی کی جدوجہد اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک یہ قانون آئینی اصولوں اور اصولوں سے ہم آہنگ نہیں ہو جاتا۔ اس حوالے سے سیاسی جماعتوں کو اتفاق رائے کی ضرورت ہے۔

26 Views expressed by Key Informants interviewed by TRI in February 2021

27 Daily Dawn. *Bilawal equates NAB law to Ebdo and Proda.* (2019). https://www.dawn.com/news/1507521. (accessed Mar 12, 2021)

28 https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/c.p._2243_l_2019.pdf (accessed Dec 15, 2020)

29 https://ec.europa.eu/transparency/regdoc/rep/10102/2020/EN/SWD-2020-22-F1-EN-MAIN-PART-1.PDF (accessed Feb 15, 2020)

30 Zia Farah. *Nothing wrong with the law?* TheNews on Sunday (2021). https://www.thenews.com.pk/tns/detail/771184-nothing-wrong-with-the-law. (accessed Feb 15, 2021)

31 Interviews held with Key Informants in February 2021

عوامی عہدے کے لئے اہلیت

18 ویں ترمیم نے آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 کے تحت منتخب عہدے داروں کے لئے 1985 میں فوجی حکومت کی جانب سے متعارف کرائی گئی اہلیت اور نااہلی کی شرائط کو ختم یا اس میں ترمیم نہیں کی۔ پارلیمنٹ کے منتخب رکن کی اہلیت اور نااہلی کے معیار کو اس وقت تبدیل کیا گیا جب جنرل ضیاء الحق نے 1973 کے آئین کی ایسی شکل میں بحالی کا حکم نامہ جاری کیا کہ جس میں آئین کے 280 آرٹیکلز کی 67 شقوں کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔[32]

اس نے اعلیٰ عدالت کے ججوں کو انتخابات اور قانون سازی کے عمل کے لئے اخلاق ثالث کے طور پر کام کرنے کا اختیار دیا[33]۔ پاناما پیپرز کیس میں سابق وزیر اعظم نواز شریف کو قابل وصول آمدن ظاہر نہ کرنے پر آرٹیکل 62 کے تحت نااہل قرار دیا گیا تھا۔ صادق (سچے) اور امین (قابل اعتماد) ہونے کے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے بہت سے دیگر ارکان پارلیمان کو عہدہ رکھنے کے لئے نااہل قرار دے دیا گیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ شریف کی پارٹی نے ان آئینی شقوں کو ختم کرنے کے لئے پی پی پی کے اقدام کی مخالفت کی تھی۔

صوبائی خودمختاری

کنکرنٹ لیجسلیٹو لسٹ (سی ایل ایل)، 1973 کے آئین کے مطابق، زیادہ سے زیادہ 47 ایسے موضوعات کا احاطہ کرتی ہے جہاں وفاقی اور صوبائی، دونوں حکومتیں دو وجوہات کی بناء پر قانون سازی کر سکتی ہیں: ایک، وفاقی اکائیوں میں قانون سازی میں یکسانیت اور دو، صوبائی سطح پر مطلوبہ اہلیت کی کمی کو حل کرنے کے لئے وفاقی تعاون کی پیشکش کرنا۔ تاہم، انتظامی طور پر کمزور صوبائی حکومتوں کی رہنمائی کرنے کے بجائے، وفاقی درجے نے اپنی رسائی اور سائز کو بڑھانے کے لئے سی سی ایل کا استعمال کیا[34]۔ اس لئے کنکرنٹ لیجسلیٹو لسٹ کا خاتمہ چھوٹے صوبوں کا دیرینہ مطالبہ تھا، جسے 18 ویں ترمیم کے ذریعے پورا کیا گیا[35]۔ اس کے نتیجے میں، تعلیم، صحت، خواتین کی ترقی، سیاحت اور ماحولیات سمیت تقریباً 17 وزارتیں اور محکمے صوبوں کے حوالے کر دیے گئے[36]۔ کنکرنٹ لسٹ کے خاتمے کے بعد آنے والی صوبوں کی اضافی ذمہ داریوں کی حمایت کے لئے، 7 ویں این ایف سی کو 2010 میں دیا گیا تھا۔ جس سال 18 ویں آئینی ترمیم کی منظوری دی گئی تھی، تاکہ وفاق کے قابل تقسیم اثاثوں میں صوبوں کا

32 https://www.dawn.com/news/1200292 Aug 2015 (accessed Jan 26, 2021)

33 International Crisis Group. *Parliament's Role in Pakistan's Democratic Transition.* (2013) available at https://www.refworld.org/pdfid/523a9fba4.pdf (accessed Jan 26, 2021)

34 Are you current with the concurrent list? (2010). Dawn. https://www.dawn.com/news/856451/are-you-current-with-the-concurrent-list (accessed July 7, 2021)

35 Daily Dawn. *Are you current with the concurrent list?* (2010). https://www.dawn.com/news/856451/are-you-current-with-the-concurrent-list. (accessed Jan 26, 2021)

36 https://archive.pakistantoday.com.pk/2011/06/30/abolition-of-concurrent-list-ensures-provincial-auto nomy-sharmila/ Jun 2011 (accessed Jan 26, 2021)

حصہ 49٪ سے بڑھاتے ہوئے 57.5٪ سے زیادہ کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ، مالیاتی تقسیم پہلے صرف آبادی کی بنیاد پر ہوتی تھی جس سے بلوچستان اور کے پی کے لئے نقصان کے علاوہ بڑے صوبوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ اس فارمولے میں غربت اور پسماندگی جیسے عوامل کو شامل کرنے کے لئے وسعت دی گئی تاکہ سماجی و اقتصادی نابرابری کو کم کیا جا سکے۔[37]

ان اقدامات سے صوبوں کو ترقی اور عوامی خدمات کی فراہمی پر زیادہ خرچ کرنے میں مدد ملی۔[38] آبادی کی بنیاد پر تقسیم کے فارمولے پر نظر ثانی نے خاص طور پر صوبہ بلوچستان کو بڑے پیمانے پر فائدہ پہنچایا ہے۔ تاہم، افقی مالی مساوات کو مضبوط اقدامات کی ضرورت ہے۔ صوبہ بلوچستان کی ایک سیاسی جماعت کی نمائندگی کرنے والے سینیٹر کے مطابق صوبائی برابری کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے سینیٹ کے پاس مالیاتی بلوں کو منتقل کرنے کے اختیارات بھی ہونے چاہئیں: "سینٹ وفاق کا ایوان ہے، اس لیے اسے قومی اسمبلی کے مساوی اختیارات حاصل ہونے چاہئیں۔"[39]

10 واں این ایف سی ایوارڈ کمیشن تشکیل دے دیا گیا ہے۔ تاہم، یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ وفاقی اکائیوں کے درمیان وسائل کی تقسیم پر اتفاق رائے پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکے گا۔ پی ٹی آئی حکومت نے عوامی نوعیت کے ایسے بیانات جاری کئے ہیں جو 18 ویں ترمیم کے ساتھ ساتھ 7 ویں این ایف سی ایوارڈ میں متفقہ وسائل کی تقسیم کے ڈھانچے پر نظر ثانی کرنے کے ارادے کی نشاندہی کرتے ہیں اگرچہ انہوں نے اصلاحات کے لئے کسی پروگرام کا آغاز نہیں کیا[40]۔ 18 ویں ترمیم جس نے اس بات کو یقینی بنایا کہ صوبوں کے لیے مالیاتی ایوارڈ میں صرف اوپر کی طرف نظر ثانی کی جا سکتی ہے، جسے 7 ویں ایوارڈ نے وفاقی تقسیم شدہ حصوں کا 57.5٪ مقرر کیا تھا۔ مالیاتی کمی کے موجودہ ماحول میں جو کرونا کے آغاز سے بدتر ہو گئی ہے، وفاقی اکائیوں کے لیے کسی معاہدے پر پہنچنا مشکل بنا سکتا ہے۔

وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) کو قومی دھارے میں شمولیت

فاٹا کا خیبر پختونخوا میں انضمام میثاقِ جمہوریت میں کیے گئے اہم وعدوں میں سے ایک تھا۔ یہ وعدہ 2018 میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے ختم ہونے کے بعد پورا ہوا۔ اس اقدام سے اس خطے کے لوگوں کے لئے صوبائی اور قومی اسمبلیوں اور سینٹ میں نمائندگی کی تشکیل نو ہوئی ہے۔[41]

---

37 http://www.finance.gkp.pk/attachments/2da9abc0b38511e9b3c853d7f6bb97a7/download

38 Daily Dawn. *NFC award.* (2020) https://www.dawn.com/news/1556975. (accessed Jan 26, 2021)

39 Views expressed by a Key Informant in an interview with TRI held in Feb 2021

40 Ayub, Imran. *18th amendment needs to be 'reviewed'*: PM. (2020). https://www.dawn.com/news/1564273. (accessed Jan 25, 2021)

41 Wasim, Amir. *President signs KP-Fata merger bill into law.* (2018). https://www.dawn.com/news/1411156. (accessed Jan 26, 2021)

1901 سے لے کر اب تک قبائلی علاقوں میں حکومت کا رسمی نظام یعنی قانون کا نفاذ اور ریاستی رٹ ملک کے دیگر حصوں سے مختلف رہا ہے۔ قومی اور صوبائی قوانین اور آئین میں انسانی حقوق کے تحفظات یہاں کے رہائشیوں کے لیے دستیاب نہیں تھے۔ قانون نافذ کرنے کا کام فرنٹیئر کور (ایک نیم فوجی دستہ)، لیویز اور خاصہ داروں (پولیس اور قبائلی ملیشیا) کے ذریعے کیا گیا تھا۔ سول پولیس کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔ عدالتیں بھی اسی طرح غیر حاضر تھیں اور پولیٹیکل ایجنٹس (ایجنسی کی سطح پر چیف ایڈمنسٹریٹر) اور ملک (قبائلی عمائدین حکومت کے تعاون سے) کے ذریعے مقرر کیے گئے تھے۔ جرگوں نے مقدمات کی سماعت اور فیصلہ کرنا ہوتا تھا۔ عدالتی اور انتظامی اختیارات پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر میں محدود تھے۔ فاٹا پر اعلیٰ عدالتوں کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔

اس لیے خطے کو قومی دھارے میں واپس لانے کے لیے انفراسٹرکچر کی تعمیر، باضابطہ انصاف کے لیے ڈھانچے قائم کرنے، قانون کے نفاذ، سول انتظامیہ وغیرہ کے لیے مالی وسائل میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کی ضرورت ہو گی۔

سابقہ فاٹا کا خیبر پختونخواہ میں مکمل انضمام ایک طویل المدتی عمل ہو گا۔ آزاد تجزیہ کاروں کے مطابق، نواں این ایف سی ایوارڈ فاٹا کے انضمام کے مالیاتی اثرات کو مدنظر رکھنے میں ناکام رہا۔ فاٹا کے سابقہ علاقوں اور قومی دھارے کے درمیان شدید تاریخی نابرابری کو ختم کرنے کے لئے غیر معمولی مالی مساوات کے اقدامات کی ضرورت ہے۔ وفاقی حکومت کی جانب سے وسائل کی زیادہ منتقلی کی عدم موجودگی میں، حکومت خیبر پختونخوا (کے پی) سے، جس کے اپنے ذرائع آمدن کی ایک محدود بنیاد ہے، سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ خطے میں درکار ترقی اور سماجی اقتصادی ترقی کے بڑے چیلنج کے لیے فنڈز فراہم کرے گی۔

تیز رفتار ترقی کے لیے شروع کیا گیا (ایکسیلریٹڈ ایمپلی مینٹیشن) پروگرام بھی وسائل کی کمی کی وجہ سے محدود تھا۔ 20-2019 کے دوران، وفاقی حکومت نے 23 ارب روپے جاری کئے اگرچہ اس سال 48 ارب روپے جاری کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا تھا۔ اسی طرح صوبائی حکومت 11 ارب روپے کی مختص رقم جاری کرنے کی بجائے صرف 0.1 ارب روپے کی رقم جاری کر سکی۔ یہ قبائلی علاقوں کے لئے قائم کی گئی دس سالہ حکمت عملی 2020-2030 کے اہداف کے لیے اچھا نہیں ہے۔ خیبر پختونخواہ میں ضم ہونے والے نئے اضلاع میں پبلک انفراسٹرکچر میں جاری کم سرمایہ کاری نہ صرف صوبے کے مجموعی انفراسٹرکچر کی سرمایہ کاری کے خلا میں اضافہ کرے گی بلکہ بندوبستی اضلاع میں اسپل اوور اثرات کے ساتھ خطے میں عدم استحکام کو بھی ہوا دے سکتی ہے۔[42]

42 Views expressed by Key Informants during interviews with TRI (Feb 2021)

بااختیار گلگت بلتستان

میثاقِ جمہوریت نے یہ عہد کیا تھا کہ: "شمالی علاقوں کو خصوصی حیثیت دے کر اور شمالی علاقہ جات کی قانون ساز کونسل کو شمالی علاقہ جات کے لوگوں کو انصاف اور انسانی حقوق تک رسائی فراہم کرنے کے لیے مزید بااختیار بنا کر ترقی دی جائے گی۔"[43]

2009 میں، گلگت بلتستان ایمپاورمنٹ اینڈ سیلف گورننس آرڈر، پی پی پی کی حکومت نے نافذ کیا تھا، جس نے اس علاقے کو اپنا نام تبدیل کر کے ایک الگ شناخت دی تھی۔ اس اقدام نے مقامی لوگوں میں ان کے سیاسی حقوق کے بارے میں ایک بحث کو بھی جنم دیا۔ اس بدلتی ہوئی صورتحال کا جواب دینے کے لیے، گلگت بلتستان (جی بی) میں مسلم لیگ (ن) کی قیادت والی حکومت نے 2015 میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس کا مقصد خطے کی آئینی حیثیت کا جائزہ لینا اور آئینی اور انتظامی اصلاحات کی سفارش کرنا تھا۔ کمیٹی نے کشمیر کے تنازعہ کے حتمی حل تک جی بی کو ایک عارضی صوبائی درجہ دینے کی سفارش کی، جس میں آرٹیکل 51 اور 59 میں آئینی ترامیم کے ذریعے پارلیمنٹ میں نمائندگی کے ساتھ ساتھ قومی مالیاتی کمیشن (این ایف سی) سمیت تمام آئینی اداروں نیشنل اکنامک کونسل (این ای سی)، انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (ارسا) اور دیگر میں نمائندگی دی جائے گی ۔ ان سفارشات کے برعکس حکومت نے جمود برقرار رکھا[44]۔ دسمبر 2020 میں، پی ٹی آئی حکومت نے ایک نئی کمیٹی قائم کی جسے اس معاملے پر تازہ سفارشات دینے کا کام سونپا گیا ہے[45]۔ حکومت کے پاس اس مسئلے کے حل کے لئے تیز رفتاری سے مزید کام کرنے کی بہت سی گنجائش ابھی باقی ہے۔

3.2.2 ضابطہ اخلاق

میثاقِ جمہوریت کے اس حصے میں کل 16 وعدے ہیں جن میں سے 10 مکمل یا جزوی طور پر حاصل نہیں ہوئے یا تو اس وجہ سے کہ ان پر کسی بھی حکومت نے سنجیدگی سے پیروی نہیں کی یا پھر عمل درآمد کے چیلنجوں نے پیش رفت کو مفلوج کر دیا۔

سینٹ کے لئے کھلی رائے شماری

آئین کے آرٹیکل 226 میں کہا گیا ہے: "آئین کے تحت ماسوائے وزیراعظم اور وزیراعلی کے، تمام انتخابات، خفیہ رائے شماری کے ذریعے ہوں گے۔" جب کہ میثاقِ جمہوریت پر دستخط کرنے والوں نے سینیٹ کے انتخابات میں "بدعنوانی اور فلور کراسنگ کو روکنے" کے لیے قانون سازی کرنے پر اتفاق کیا تھا اور جب ان میں سے کوئی بھی حکومت میں تھا، کوئی ترمیم تجویز نہیں کی گئی۔ مارچ 2021 کے سینیٹ انتخابات کے دوران پی ٹی آئی حکومت نے خفیہ رائے شماری کو ختم کرنے کی تجویز پیش کی لیکن

43 CoD text

44 The Research Initiative. *Decade of Democracy in Pakistan,* (2019)

45 Daily Dawn. Committee set up on provincial status for GB. (2020). https://www.dawn.com/news/1598654. (accessed Jan 26, 2021)

اپوزیشن جماعتوں نے اس پر اتفاق نہیں کیا۔ اگست 2019 میں، سینیٹ کے چیئرمین صادق سنجرانی کے خلاف تحریک عدم اعتماد میں، پارلیمنٹ کے ایوان بالا کے 14 اپوزیشن اراکین نے پارٹی لائن کے خلاف ووٹ دیا تھا اور پھر بھی خفیہ رائے شماری کی وجہ سے ان کی شناخت نہیں ہو سکی؛ یہاں ایک بار پھر پی ٹی آئی کو فائدہ ہوا۔

دسمبر 2020 میں صدر کی جانب سے سپریم کورٹ میں ایک ریفرنس بھیجا گیا جس میں یہ مشورہ طلب کیا گیا کہ کیا سینیٹ کے انتخابات آئین کے تحت انتخابات ہیں یا قانون کے تحت انتخابات ہیں[46]۔ اگر یہ آئین کے مطابق ہیں تو صرف آئینی ترمیم ہی رائے شماری کے طریقہ کار کو تبدیل کر سکتی ہے جب کہ اگر سپریم کورٹ نے دوسری رائے کی حمایت کی تو انتخابی ایکٹ میں ترمیم کے ذریعے اصلاحات متعارف کرائی جا سکتی ہیں۔ سپریم کورٹ کی طرف سے اپنی باضابطہ رائے کا اعلان کرنے سے پہلے، حکومت نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس میں انتخابی ایکٹ 2017 میں ترمیم کی گئی تاکہ کھلی اور قابل شناخت رائے شماری متعارف کرائی جاسکے۔ تاہم، یہ ترمیم صرف اسی صورت نافذ العمل ہوگی بشرطیکہ سپریم کورٹ آف پاکستان آئین کے آرٹیکل 186 کے تحت دائر ریفرنس نمبر 1 آف 2021 میں یہ رائے دے کہ سینیٹ کے ارکان کے انتخابات اس دائرہ کار میں نہیں آتے۔ آئین کے آرٹیکل 226 کی شق نے آرڈیننس کے اثر کو سپریم کورٹ کے مشورے سے مشروط کر دیا۔ سپریم کورٹ کی رائے کا اعلان یکم مارچ 2021 کو کیا گیا اور کہا گیا کہ سینیٹ کے انتخابات آئین کے تحت ہوتے ہیں۔

ٹرتھ اینڈ ریکنسیلیشن کمیشن

میثاقِ جمہوریت میں کارگل بحران جیسے واقعات کی تحقیقات اور 1996 سے مختلف منتخب حکومتوں کی برطرفی کے پیچھے اسباب تلاش کرنے کے علاوہ قومی معاملات میں ذمہ داری عائد کرنے کے لیے 'ٹرتھ اینڈ ریکنسیلیشن کمیشن کے قیام پر اتفاق کیا گیا تھا۔ اس طرح کے کسی بھی کمیشن کے قیام کے لئے کوئی عمل نہیں اٹھایا گیا۔ اس سلسلے میں کوئی بھی کارروائی سول اور ملٹری دونوں طرف کے بعض افراد اور گروہوں کے کردار کی مثبت عکاسی نہیں کرے گی۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی بھی حکومت کو ناگزیر تنازعے کا کوئی شوق نہیں ہوتا جو کہ اس طرح کے کسی اقدام سے جنم لے گا۔ تاہم، اس تحقیق میں شامل بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اس طرح کے کمیشن کا قیام ہی فوجی رہنماؤں کے ماورائے آئین اقدامات کے خلاف واحد یقینی جانچ پڑتال ثابت ہو سکے گا۔[47]

46 President Alvi seeks SC opinion on show of hands for Senate polls. (2020). Dawn. https://www.dawn.com/news/1597390 (accessed July 7, 2021)

47 Views expressed by Key Informants during interviews with TRI in Feb, 2021

ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات

میثاقِ جمہوریت "بغیر کسی تنازعات کے تعصب کے ہندوستان اور افغانستان کے ساتھ پر امن تعلقات" اور "تنازعہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں اور جموں و کشمیر کے لوگوں کی امنگوں کے مطابق حل کرنے" کا عہد کرتا ہے[48]۔ پاک بھارت تعلقات میں آخری مثبت پیش رفت دسمبر 2015 میں دیکھنے میں آئی جب بھارتی وزیر اعظم نے اس وقت کے پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کی لاہور میں رہائش گاہ کا دورہ کیا اور کچھ امید پیدا ہوئی کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات معمول پر آسکتے ہیں۔ لیکن بمشکل ایک ہفتہ بعد، ہندوستان کے پٹھان کوٹ میں ایک دہشت گردی کا واقعہ پیش آیا جس کا تعلق ہندوستانی حکام کے بقول پاکستان سے تھا[49]۔ بعد ازاں فروری 2019 میں، پلوامہ میں ایک خودکش حملے میں تقریباً 40 ہندوستانی نیم فوجی دستے مارے گئے تھے جس کے بارے میں ہندوستان نے پھر الزام لگایا تھا کہ اس کا تعلق پاکستان سے ہے۔ پاکستان نے دونوں واقعات میں ملوث ہونے کی تردید کی ہے۔

26 فروری کو، بھارت نے پاکستان کے بالاکوٹ میں فضائی حملہ کیا، جس میں اس معاملے پر کہ کس کا کتنا نقصان ہوا، دونوں طرف سے اختلاف تھا[50]۔ پاکستان نے ایک دن بعد ہندوستانی جموں و کشمیر میں جوابی کارروائی کی۔ 1971 کے بعد سے دونوں ممالک کے درمیان دشمنی کی اس سطح پر نہیں دیکھی گئی۔

اگست 2019 میں، مودی حکومت نے آئین کے آرٹیکل 370 کو ختم کر دیا، کشمیر کی خصوصی حیثیت کو منسوخ کیا اور اسے یونین کے حصے کے طور پر باقاعدہ بنایا[51]۔ بھارتی حکومت نے مقامی آبادی کے اس فیصلے کے خلاف کسی بھی احتجاج کو روکنے کے لیے خطے میں کرفیو اور مواصلاتی بلیک آؤٹ بھی نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر حل طلب ہے جس کے مستقبل قریب میں حل کی کوئی حقیقی امید نہیں۔ دونوں طرف کے فوجی حکام کے درمیان بات چیت کے بعد لائن آف کنٹرول (ایل او سی) کے ساتھ دونوں ممالک کی طرف سے اعلان کردہ جنگ بندی کے ساتھ تعلقات میں پگھلنے کے ابتدائی آثار ہیں۔

اسی طرح، مشرقی محاذ پر، افغانستان کے ساتھ تعلقات گزشتہ پندرہ برسوں کے دوران گرم اور سرد رہے ہیں، جس میں متعدد عوامل کی وجہ سے پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں، جن میں پاک بھارت معاملات میں تناؤ بھی شامل ہے۔ 2015 میں، پاکستان نے افغان حکومت اور طالبان کو امن مذاکرات کے پہلے دور کے لیے میز پر لایا۔ پاکستان نے طالبان اور امریکہ کے درمیان اس تاریخی امن معاہدے میں بھی مدد کی جو 2021 کے وسط تک فوج کے انخلاء کی ضمانت دیتا تھا۔ اس سال کے شروع میں، دونوں

48 CoD text

49 Joshi, Shashank. *Pathankot attack: India-Pakistan peace talks derailed?* (2016). https://www.bbc.com/news/world-asia-india-35240272. (accessed Feb 4, 2021)

50 BBC. Viewpoint: *Balakot air strikes raise stakes in India-Pakistan stand-off.* (2019). https://www.bbc.com/news/world-asia-india-47370608. (accessed Feb 4, 2021)

51 BBC. *Article 370: What happened with Kashmir and why it matters?* (2019). https://www.bbc.com/news/world-asia-india-49234708. (accessed Feb 4, 2021)

ممالک نے سرحد پر غذائی منڈیوں کی ترقی کا اعلان کیا ہے۔ پاکستان عسکریت پسندوں کے سرحد پار حملوں کو روکنے کے لیے افغانستان کے ساتھ اپنی غیر محفوظ سرحد پر باڑ لگا رہا ہے، جو دوطرفہ تعلقات کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ان تعلقات کے مستقبل کا انحصار دونوں ممالک کی سلامتی کے خطرات پر قابو پانے، بغیر کسی دشمنی کے امن معاہدوں کا مشاہدہ کرنے اور اقتصادی تعاون اور تجارت کو کامیابی کے ساتھ کرنے کی صلاحیت پر ہے۔

فوج اور عدلیہ کی طرف سے اثاثوں کا اعلان

میثاقِ جمہوریت کے تحت اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ تمام فوجی اور عدالتی افسران کو سالانہ اثاثوں اور آمدن کے گوشوارے جمع کرانے کی ضرورت ہے، جیسا کہ پارلیمنٹیریز کرتے ہیں، تاکہ انہیں عوام کے سامنے جوابدہ بنایا جا سکے۔ تاہم اس تجویز کو کبھی بھی کسی حکومت نے سنجیدگی سے نہیں لیا۔

خواتین اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق

میثاقِ جمہوریت نے "سول اور ملٹری اداروں میں شاہانہ اخراجات"[52] کو روکنے کا وعدہ کیا اور اس کے بجائے معیاری سماجی خدمات جیسے تعلیم، صحت، روزگار کی فراہمی، قیمتوں میں اضافے کو روکنے، اور خواتین اور اقلیتی برادریوں کو مساوی مواقع فراہم کرنے تک عام شہریوں کی رسائی کو بہتر بنانے کا عہد کیا۔ مذہبی اقلیتوں کی شمولیت کی طرف ایک بڑا قدم اٹھارہویں آئینی ترمیم کے حصے کے طور پر پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں اقلیتی برادریوں کے لیے چار نشستیں مختص کرنا تھا۔ تاہم، ترمیم میں ایک امتیازی شق بھی متعارف کرائی گئی جو کسی غیر مسلم کو وزیر اعظم کے عہدے پر متمکن ہونے سے روکتی ہے۔ انتخابی ایکٹ 2017 میں انتخابی شرکت کو مزید جامع بنانے کے لیے متعدد اقدامات شامل ہیں:

- سیاسی جماعتوں کو کم از کم 5٪ پارٹی ٹکٹ خواتین کو دینے چاہئیں۔
- کسی بھی پولنگ سٹیشن یا حلقے کے انتخابی نتائج جن میں 10 فیصد سے کم خواتین ووٹر ٹرن آؤٹ ہو، معطل کیا جا سکتا ہے۔
- غیر مسلموں، خواتین اور ٹرانس جینڈر افراد کو شناختی کارڈ کا جلد اجراء کیا جائے۔

نیشنل ڈیموکریسی کمیشن

میثاقِ جمہوریت میں "ملک میں جمہوری کلچر کو فروغ دینے اور ترقی دینے اور شفاف طریقے سے پارلیمان میں اپنی نشستوں کی بنیاد پر سیاسی جماعتوں کو صلاحیتوں میں اضافے کے لیے مدد فراہم کرنے"[53] کے لیے ایک کمیشن کی تشکیل کا تصور کیا گیا ہے۔

52 CoD text

53 Excerpt from CoD

تاہم ایسا کوئی کمیشن نہیں بنایا گیا۔ کراچی کے ایک سیاسی تجزیہ کار نے کہا کہ میثاقِ جمہوریت میں سیاسی جماعتوں میں داخلی سطح پہ جمہوریت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔[54] ان کے مطابق، بڑی سیاسی جماعتوں میں خاندانی قیادت ہے۔ کسی بھی سیاسی جماعت کی طرف سے کسی بھی سطح پر پارٹی میں داخلی جمہوریت کے لئے انتخابات نہیں کرائے جاتے۔ تحقیق میں شامل ایک ماہر نے کہا کہ ان کے حلقے سے سیاسی جماعتوں کے روابط سکڑ گئے ہیں۔ مزید یہ کہ سیاسی جماعتوں کے پاس اب اندرونی مکالمے کا کوئی کلچر نہیں ہے۔ ان کی قیادت میں اختلاف رائے کے لیے محدود رواداری ہے۔[55] یہ دلیل دی جاتی ہے کہ کسی سیاسی جماعت کے نچلی سطح پر جتنے مضبوط رابطے ہوں گے، اتنا ہی زیادہ موقع ہے کہ وہ ریاستی اداروں کے مقابلے پالیسی سازی کے میدان میں اپنا حق ادا کرے۔

انتخابی مینڈیٹ کا احترام

میثاقِ جمہوریت میں، پارٹیوں نے "نمائندہ حکومتوں کے انتخابی مینڈیٹ کا احترام کرنے" اور "ایک دوسرے کو ماورائے آئین طریقوں سے "نقصان پہنچانے سے گریز کرنے اور "فوجی حکومت یا کسی فوجی سرپرستی والی حکومت میں شامل نہ ہونے" پر اتفاق کیا۔ انہوں نے یہ بھی اتفاق کیا، "نہ ہی کوئی بھی پارٹی اقتدار میں آنے یا جمہوری حکومت کو ختم کرنے کے لیے فوج کی حمایت حاصل کرے گی۔"[56]

مسلم لیگ (ن) اور پی پی پی دونوں حکومتوں نے 2008 اور 2018 کے درمیان اپنی اپنی پانچ سالہ مدت پوری کی۔ صرف یہ تسلسل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) نے ایسے سیاسی ہتھکنڈوں سے پرہیز کیا ہے جس کی وجہ سے 1990 کی دہائی میں "گھماؤ دروازے" کی حکومتیں آئیں۔ دونوں جماعتوں کو اپنے اپنے آخری دور کے دوران قومی سطح پر احتجاجی تحریکوں کا سامنا کرنا پڑا جس سے حکومت کی قبل از وقت رخصتی کا خطرہ تھا۔ باہمی سیاسی حمایت نے ایسا ہونے سے روک دیا۔[57]

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی (پی اے سی) کی سربراہی

2008 تک پاکستان میں پی اے سی کی سربراہی حکمران جماعت کے پاس رہی۔ میثاقِ جمہوریت کے تحت اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پی اے سی کے چیئرمین اپوزیشن کے متعلقہ رہنما ہوں گے۔ اس لیے 13 ویں اور 14 ویں پی اے سی کے لیے اپوزیشن لیڈرز کو پی اے سی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ پی ٹی آئی نے 2018 میں اقتدار سنبھالنے کے بعد ہچکچاتے

54 Views expressed by a Key Informant during an interview with TRI in Feb 2021

55 Ibid

56 CoD text

57 Grare, Frederic: *The Challenges of Civilian Control Over Intelligence Agencies in Pakistan,* (2015) https://carnegieendowment.org/2015/12/18/challenges-of-civilian-control-over-intelligence-agencies-in-pakistan-pub-62278 (accessed Feb 5, 2021)

ہوئے اس روایت کو قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور مسلم لیگ ن کے رہنما پی اے سی کے سربراہ بن گئے۔ البتہ پنجاب میں اس روایت کے برعکس حکمران جماعت کے پاس پی اے سی کی سربراہی ہے۔[58]

میڈیا کی آزادی اور معلومات تک رسائی

میڈیا کا کردار کسی بھی جمہوریت میں بہت اہم ہوتا ہے اور اسے میثاقِ جمہوریت میں بھی تسلیم کیا گیا تھا لیکن جب کہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران پاکستان میں میڈیا بہت پھلا پھولا ہے، اس پر بہت زیادہ مالیاتی اور انتظامی دباؤ بھی ہے جس نے اس کی ساکھ کے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے۔ یعنی اس سارے عرصے کے دوران مقصدی رپورٹنگ کرنے کی صلاحیت متاثر ہوئی ہے۔ 2018 کے انتخابات کی کوریج کے حوالے سے یورپی یونین کے انتخابی مبصر مشن سمیت متعدد آزاد نگرانوں نے اس کی نشاندہی کی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ چاروں صوبوں اور وفاقی دارالحکومت میں معلومات کے حق کے قوانین موجود ہیں جو نظریاتی طور پر عام شہریوں کے لیے معلومات تک کم سے کم رسائی کو یقینی بناتے ہیں۔[59] تاہم ان قوانین پر عمل درآمد بہتر نہیں ہے۔ ان قوانین کے مزید کمزور ہونے کا خطرہ ہے جیسا کہ اکتوبر 2020 میں، پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے کچھ سینیٹرز نے معلومات تک رسائی کا حق (ترمیمی) ایکٹ 2017 پیش کیا جو کہ تمام پارلیمانی مباحثوں اور متعلقہ معلومات کو معلومات کے حق (آر ٹی آئی) سے محروم کرنا چاہتا ہے۔[60] اگر اس اقدام پر پیش رفت جاری رہی تو یہ آر ٹی آئی قوانین کی روح کو ختم کر دے گا۔

دہشت گردی اور عسکریت پسندی

میثاقِ جمہوریت دہشت گردی اور عسکریت پسندی کی شدید مذمت اور بھرپور طریقے سے مقابلہ کرنے کا عہد کرتا ہے۔[61] اس حوالے سے کافی پیش رفت ہوئی ہے اور آج کا پاکستان پچھلی دہائی کے مقابلے میں بہت زیادہ محفوظ ہے۔ 2013 میں دہشت گردی کے 4,000 واقعات کے مقابلے میں، 2020 میں ملک بھر میں دہشت گردی کے صرف 319 واقعات ہوئے[62]۔ تاہم خطرہ بدستور موجود ہے۔ عسکریت پسند گروہوں کے خلاف حرکیاتی فوائد کے لیے انتہا پسندی کے خلاف غیر متحرک اقدامات کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مثالی ترقی کم رہی ہے۔ تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان طے پانے

---

58 https://www.pap.gov.pk/committees/detail/en/20/199 (accessed Feb 5, 2021)

59 Right of Access to Information Act 2017 (Federal); Khyber Pakhtunkhwa Right to Information Act 2013; The Punjab Transparency and RTI Act 2013; Sindh Transparency &RTI Bill 2016; Balochistan Freedom of Information Act 2005

60 The News. *Curbing access.* (2021). https://www.thenews.com.pk/print/790991-curbing-access. (accessed Feb 17, 2021)

61 CoD text

62 Afzal, Madhia. *Terrorism in Pakistan has declined, but the underlying roots of extremism remain.* (2021). https://www.brookings.edu/blog/order-from-chaos/2021/01/15/terrorism-in-pakistan-has-declined-but-the-underlying-roots-of-extremism-remain/. (accessed Feb 17, 2021)

والے نیشنل ایکشن پلان میں اہم پیش رفت ہوئی ہے[63]۔ دہشت گرد عناصر کا ابھرتا ہوا خطرہ ہے جن کے بارے میں اطلاعات ہیں کہ وہ خیبر پختونخواہ میں نئے ضم ہونے والے اضلاع میں دوبارہ منظم ہو رہے ہیں۔ متعدد پر تشدد واقعات میں سے ایک میں، 22 فروری 2021 کو شمالی وزیرستان میں چار خواتین امدادی کارکنان کو قتل کر دیا گیا۔[64]

وزیراعظم کے لیے دو مدت کی حد

جیسا کہ میثاقِ جمہوریت میں تصور کیا گیا ہے، 18ویں آئینی ترمیم کے ذریعے 2 مدتوں سے زیادہ وزیراعظم کے عہدے پر رہنے پر پابندی ہٹا دی گئی ہے۔ نتیجے کے طور پر، مسلم لیگ (ن) کے سربراہ نے 2013 کے انتخابات میں اپنی پارٹی کی کامیابی کے بعد تیسری مدت کے لیے وزارت عظمی کا عہدہ سنبھالا۔

3.2.3 آزاد اور منصفانہ انتخابات

میثاقِ جمہوریت کے اس حصے سے متعلق پانچ آرٹیکلز میں سے سیاسی جماعتیں صرف ایک ہی وجہ سے کامیاب نہیں ہوئیں یعنی عام انتخابات کے انعقاد کے تین ماہ کے اندر بلدیاتی انتخابات کا انعقاد کروانا۔ اس معاملے میں طے شدہ امور میں سے تین پر عملدرآمد جبکہ ایک جزوی طور پر نافذ کیا گیا ہے۔

بلدیاتی انتخابات

پاکستان کے آئین میں 18ویں ترمیم نے مقامی حکومتوں کو اختیارات کی کافی حد تک منتقلی کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ آئین کا آرٹیکل 140-اے، کہتا ہے: "ہر صوبہ، قانون کے مطابق، ایک مقامی حکومت کا نظام قائم کرے گا اور سیاسی، انتظامی اور مالی ذمہ داری اور اختیارات مقامی حکومتوں کے منتخب نمائندوں کو دے گا۔[65]" مذکورہ آرٹیکل کی تشریح کرتے ہوئے ایک قانونی ماہر نے تین تنقیدی فقروں کا استعمال نوٹ کیا[66]۔ انہوں نے 'ڈیلیگیٹ' کے بجائے 'ڈیوول' کی اصطلاح کا استعمال لکھا جس کا مطلب ہے "حقوق کی ناقابل واپسی منتقلی" لہذا ان کے خیال میں "مقامی حکومتوں کے انتخابات کو ملتوی کرنا، اب قانونی طور پر قابل عمل آپشن نہیں ہے۔" دوسری اہم اصطلاح 'مقامی اداروں' کے بجائے 'مقامی حکومتیں' ہے جو، ان کے خیال میں،

---

63 Embassy of Pakistan in Washington D.C. *A factsheet of Pakistan's CT efforts.* (2017). http://embassyofpakistanusa.org/wp-content/uploads/2018/01/Factsheet-on-Pakistan%E2%80%99s-CT-Effort.pdf

64 AFP. *Gunmen kill four female aid workers in North Waziristan.* (2021). https://www.dawn.com/news/1608782. (accessed Feb 24, 2021)

65 Constitution of Islamic Republic of Pakistan

66 Gilani Umer: *Rollback of LGs.* (2019). https://www.dawn.com/news/1517714. (accessed Dec 5, 2020)

"مقامی حکومتوں کی حیثیت کو بلند کرنے کے لیے قانون سازی کے ارادے کی تجویز کرتی ہے۔" اور آرٹیکل میں تیسرا اہم جملہ ہے "اسٹیبلش" جوان کے مطابق، اقتدار کی منتقلی کو آئینی ذمہ داری بناتا ہے۔

بہر حال اپریل 2010 میں 18ویں ترمیم کے نفاذ کے بعد، "تقریباً چار سال تک مقامی حکومتوں کے انتخابات نہیں ہوئے۔ بلوچستان میں دسمبر 2013 میں پہلا مرحلہ ہوا لیکن آخری مرحلہ صرف 28 جنوری 2015 کو مکمل ہوا۔ دیگر تین صوبوں میں سیاسی عزم کی کمی نے مقامی حکومتوں کے انتخابات کو مزید تاخیر کا شکار کیا۔ عدالتی کارروائیوں کے ایک سلسلے کے بعد بالآخر سپریم کورٹ آف پاکستان کے حکم پر خیبر پختونخوا میں 30 مئی 2015 کو اور پنجاب اور سندھ میں 20 ستمبر 2015 کو بلدیاتی انتخابات ہوئے۔"[67]

2018 کے انتخابات کے بعد بھی، کسی بھی صوبائی حکومت نے بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی، یہاں تک کہ جب الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے بار بار وارننگ جاری کی تھی[68]۔ مئی 2019 میں، پنجاب میں پی ٹی آئی حکومت نے ایک نئی قانون سازی کے ذریعے تمام مقامی حکومتوں کو تحلیل کر دیا۔ دیگر تین صوبائی اور اسلام آباد کی مقامی حکومتوں نے اپنی اپنی مدت پوری کر لی ہے۔

120 دن کا معیاری وقت، جس کا تمام صوبائی لوکل گورنمنٹ قوانین میں ذکر کیا گیا ہے، ختم ہو چکا ہے اور اس کے باوجود مقامی حکومتوں کے انتخابات کے انعقاد کی طرف کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی۔[69] اس کے علاوہ مقامی حکومتوں کو "اہم فیصلہ سازی کی طاقت اور کافی وسائل[70]" دینے سے انکار کر کے وفاقی اور صوبائی حکومتیں جمہوری ڈھانچے اور اداروں کو مزید وسیع کرنے کے عمل میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہیں جو مستقبل کے جمہوری لیڈروں کو پروان چڑھا سکتے ہیں۔[71]

اسلام آباد میں مقیم ایک سیاسی تجزیہ کار نے کہا کہ سیاسی جماعتوں کو مقامی حکومتوں پر اتفاق رائے پیدا کرنے اور انہیں آئینی تحفظ دینے کی ضرورت ہے جس میں مالیاتی ایوارڈ بھی شامل ہے۔ "یہ بذات خود ایسے بہت سے مسائل کو حل کرے گا جن کا حل میثاقِ جمہوریت کا مقصد ہے۔[72]" ان کے مطابق سیاسی جماعتوں نے اقتدار کی منتقلی پر عمل درآمد کیا لیکن صرف صوبائی سطح

---

67 Kakar Asmat: *Local Government and Pakistan's reluctant political elite.* (2017). https://blogs.lse.ac.uk/southasia/2017/03/16/local-governments-and-pakistans-reluctant-political-elite/. (accessed Oct 5, 2020)

68 Ali, Mansoor. *PTI govt under fire for not conducting LG polls in provinces.* (2020). https://nation.com.pk/27-Nov-2020/pti-govt-under-fire-for-not-conducting-lg-polls-in-provinces. (accessed Feb 4, 2021)

69 Khan Iftikhar A: *Local govt polls not possible in Sindh, PPP tells ECP.* (2020). https://www.dawn.com/news/1578452. (accessed Feb 5, 2021)

70 Ali, Syed Muhammad: *Devolution of Power in Pakistan, 2018* https://www.jstor.org/stable/pdf/resrep17667.pdf?refreqid=excelsior%3Abd8dfbd8ba59c064d25aa8fec39ea006 (accessed Feb 5, 2021) p.2

71 Ibid

72 Interview with a Key Informant held in February 2021

تک۔ بلدیاتی نظام کو مزید مضبوط کرنے کی ضرورت ہے جسے صوبائی اسمبلیوں کی صوابدید پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ کراچی میں ایک مقیم ایک تجزیہ کار کے مطابق، "مقامی حکومتوں کو اضافی ٹیکس لگانے کا اختیار دے کر وسائل کو متحرک کرنے کا اختیار بھی ہونا چاہیے۔ جب فوجی حکومت ہوتی ہے تو وہ براہ راست مقامی حکومتوں کو وسائل فراہم کرتی ہے اور صوبائی حکومتوں کو نظر انداز کرتی ہے۔ لیکن جب جمہوری حکومت ہو تو وہ بلدیاتی نظام نہیں چاہتی۔ میثاقِ جمہوریت میں ایسی چیزوں پر مزید غور کیا جانا چاہیے۔"[73]

تمام سیاسی جماعتوں کے لیے برابری کا میدان

اگرچہ دونوں جماعتوں نے تمام سیاسی جماعتوں کو برابری کا میدان فراہم کرنے کا عہد کیا، لیکن 18ویں ترمیم کے بعد ہونے والے دو انتخابات کے دوران، سیاسی جماعتوں کو شکایات تھیں اور مبصرین نے بعض سیاسی جماعتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی نشاندہی بھی کی۔ 2013 کے انتخابات میں، یہ دہشت گردوں کا خوف تھا جس نے منظم طریقے سے مرکز کی بائیں بازو کی سیاسی جماعتوں پی پی پی، عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) اور ایم کیو ایم کو دہشت گردوں کی ہٹ لسٹ پر رکھا اور اس وجہ سے بہت سے سیاسی کارکنان مقابلوں سے باہر ہو گئے۔ پی ٹی آئی نے 2013 کے انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے خلاف احتجاجاً پارلیمنٹ کے سامنے 120 دن دھرنا دیا اور معاملے کی تحقیقات کے لیے جوڈیشل کمیشن قائم کیا گیا۔ 2018 کے انتخابات میں، قبل از انتخابات دھاندلی کے وسیع پیمانے پر دعوے کیے گئے تھے[74] جنہوں نے بعد ازاں کے انتخابات میں پی ٹی آئی کو دیگر سیاسی جماعتوں، خاص طور پر پنجاب میں پی ایم ایل این اور کراچی میں ایم کیو ایم پر فوقیت دی۔

ایک بااختیار الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی)

18ویں اور 20ویں آئینی ترامیم کے ذریعے ای سی پی کو ایک طاقتور اور خود مختار ادارہ بنایا گیا تھا۔ جون 2014 میں انتخابی اصلاحات پر ایک آل پارٹی پارلیمانی کمیٹی (پی سی ای آر) کا کام الیکشنز ایکٹ 2017 کی منظوری پر اختتام پذیر ہوا، جس نے انتخابی قوانین میں اہم تبدیلیوں کے ساتھ پاکستان میں علیحدہ انتخابی قوانین کو یکجا کیا۔ ٹریبونلز کے کردار کو بڑھاتے ہوئے، ایکٹ نے ای سی پی کو مالی خود مختاری کے ساتھ بااختیار بنایا اور اسے ہائی کورٹ کے مقابلے نیم عدالتی اختیارات کے ساتھ مضبوط بنایا۔ جماعت اسلامی (جے آئی) کی نمائندگی کرنے والے ایک سیاسی رہنماء نے کہا کہ ملک میں جمہوریت کو درپیش تمام مسائل کے حل کی کلید شفاف انتخابات ہیں۔[75] انہوں نے کہا کہ یہ ایسی چیز ہے جس پر تمام سیاسی جماعتوں کو متفق ہونا چاہیے۔ ایک خود

73 Ibid

74 BBC. *Viewpoint: Pakistan’s dirtiest election in years.* (2018). https://www.bbc.com/news/world-asia-44923565. (accessed Jan 05, 2021)

75 Interview with a Key Informant held in Feb 2021

مختار اور بااختیار ای سی پی کے باوجود، مختلف سطحوں پر انتخابی دوڑ کی شفافیت، ساکھ اور قانونی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے مزید انتخابی اصلاحات کی ضرورت ہے۔

3.2.4 سول ملٹری تعلقات

میثاقِ جمہوریت کے اس حصے میں پانچ اہداف میں سے، دو پر بہت کم کارروائی نظر آتی ہے، جو یہ ہیں: 1) "آئین میں فوجی حکومتوں کی طرف سے متعارف کرائی گئی تمام رعائتوں اور تحفظات کا جائزہ لیا جائے گا"؛[76] اور 2) "وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے رولز آف بزنس کا جائزہ لیا جائے گا تا کہ انہیں پارلیمانی طرز حکومت کے مطابق بنایا جا سکے۔"[77] دیگر تین اہداف پر جزوی پیش رفت ہوئی ہے۔

دفاعی بجٹ کی پارلیمانی جانچ پڑتال

سول ملٹری تعلقات کے تحت میثاقِ جمہوریت کے اجزاء میں سے ایک دفاعی بجٹ کو بحث اور منظوری کے لیے پارلیمنٹ کے سامنے رکھنے کا عزم ہے۔ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی بار 2008 میں دفاعی بجٹ "پارلیمنٹ کے سامنے رکھا گیا"۔[78] یہ ایک سطری دفاعی بجٹ وصول کرنے اور منظور کرنے کے معمول سے نمایاں بہتری تھی۔ اس کے باوجود دفاعی بجٹ کے ایک بڑے حصے پر کبھی کوئی معنی خیز بحث نہیں ہوئی۔ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے ایک سینیٹر نے کہا کہ دفاعی بجٹ پر پارلیمنٹ میں بامعنی بحث کرانے کی باتیں کرنا آسان ہے لیکن عملاً مشکل ہے۔[79]

فوجی زمین اور چھاؤنیاں

میثاقِ جمہوریت نے نوٹ کیا تھا کہ "فوجی اراضی کی الاٹمنٹ اور کنٹونمنٹ کے دائرہ اختیار وزارت دفاع کے دائرہ کار میں آئیں گے۔ 12 اکتوبر 1999 سے لے کر اب تک ریاستی اراضی کی الاٹمنٹ کے تمام معاملات بشمول فوجی شہری اور زرعی اراضی کی الاٹمنٹ کے تمام معاملات کے ساتھ زمین کی الاٹمنٹ کے ایسے تمام اصولوں، ضوابط اور پالیسیوں کے جائزے، جانچ اور جائزے کے لیے ایک کمیشن قائم کیا جائے گا۔ ان لوگوں کا احتساب کریں جنھوں نے بدعنوانی، منافع خوری اور طرفداری کی ہے۔"[80] جہاں تک کمیشن کے قیام کا تعلق ہے اس میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

76 CoD text

77 Ibid

78 Daily Dawn. Parliament debates defence budget. (2008). https://www.dawn.com/news/956132. (accessed Jan 25, 2021)

79 Interview with a Key Informant held in Feb 2021

80 CoD text

انٹیلی جنس امور پر سویلین کنٹرول

میثاقِ جمہوریت نے فوج اور دیگر سیکیورٹی اداروں کو منتخب حکومت کے سامنے جوابدہ بنانے، تمام خفیہ ایجنسیوں کے سیاسی ونگز کو ختم کرنے، دفاع اور سلامتی کے مفاد میں مسلح افواج اور سیکیورٹی ایجنسیوں میں ہونے والی خرابی کو ختم کرنے کا عزم کیا ہے[81]۔ ملک" اور متعلقہ وزارتوں کے ذریعے حکومت کی منظوری سے ان ایجنسیوں میں تمام سینئر پوسٹنگ کا انتظام کرنا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے افراتفری میں کوششیں ہوئی ہیں لیکن کامیابی بہت کم ہے۔ پی پی پی کی حکومت نے سب سے پہلے انٹر سروسز انٹیلی جنس (آئی ایس آئی) کو وزارت داخلہ کے ماتحت کرنے کی کوشش کی لیکن "حکومت اور اسٹیبلشمنٹ کے مختلف حصوں کے درمیان شدید تناؤ کی خبروں کے بعد 24 گھنٹے سے بھی کم عرصے میں حکومت اندرون خانہ ہونے والی شدید کوششوں کے سبب اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹ گئی"۔[82] مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے دوران بھی ایسی ہی کوششیں کی گئیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ نومبر 2020 میں، پی ٹی آئی حکومت نے ایک انٹیلی جنس کوآرڈینیشن کمیٹی کے قیام کی منظوری دی جو کہ جب قائم کی جائے گی تو اس میں پاکستان کی تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔ اس کی سربراہی آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کریں گے۔[83]

ماضی میں رابطہ کاری کو بہتر بنانے کی ایسی کوششیں قیادت پر اختلافات کی وجہ سے ناکام ہوئیں جو اس نئے سیٹ اپ میں طے پا گئی ہیں۔ اگرچہ ایک درجن سے زیادہ فوجی اور سویلین ایجنسیوں کے درمیان رابطہ کاری کا یہ نیا طریقہ کار انٹیلی جنس آپریشنز میں بہتری لا سکتا ہے لیکن اس سے ایجنسیوں پر سویلین کنٹرول کو یقینی بنانے کی تجویز بہت کم ہے۔

3.3 عملدرآمد میں رکاوٹ

میثاقِ جمہوریت پر عمل درآمد کا کوئی طریقہ کار درج نہیں ہے۔ اس نے واضح اور جانچ کے لائق اہداف بیان کیے جن پر دستخط کنندگان ہونے والی پیش رفت کی پیمائش کر سکتے تھے۔ تاہم، نگرانی کے طریقہ کار اور ایک وقف شدہ سیکرٹریٹ کی کمی نے میثاقِ جمہوریت پر پیش رفت میں جزوی طور پر رکاوٹ ڈالی۔ جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے، میثاقِ جمہوریت کی بقایا تجاویز پر اتفاق رائے پیدا کرنے کا کوئی واضح ٹائم فریم نہیں ہے۔ پختونخوا ملی عوامی پارٹی (پی کے ایم اے پی) کی نمائندگی کرنے والے سینیٹر نے

---

81 CoD text

82 Raza, Syed Irfan. *Govt forced to withdraw ISI decision.* (2008). https://www.dawn.com/news/313820/govt-forced-to-withdraw-isi-decision. (accessed Feb 4, 2021)

83 The News. *Formation of intelligence coordination committee okayed by PM Imran Khan, sources say.* (2020). https://www.thenews.com.pk/latest/748642-intelligencecoordination-committees-formation-approved-by-pm-imran-khan-sources-say. (accessed Jan 25, 2021)

اس بات پر اتفاق کیا کہ پی ڈی ایم کی ایگزیکٹو کمیٹی کو ایک مستقل ادارہ بنایا جا سکتا ہے جو میثاقِ جمہوریت کے ساتھ ساتھ فورم پر طے پانے والے دیگر معاہدوں کے بارے میں پیش رفت سے باخبر رہنے کا طریقہ کار وضع کرے۔[84]

نیز، میثاقِ جمہوریت کی ملکیت بنیادی طور پر پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) تک محدود رہی۔ یہاں تک کہ سیاسی جماعتیں جیسے اے این پی اور جمہوری وطن پارٹی (جے ڈبلیو پی) جو کہ اے آر ڈی کا حصہ تھیں، کو میثاقِ جمہوریت کے نفاذ کے لیے مشاورت سے باہر رکھا گیا۔ اسی طرح پی ٹی آئی سمیت مقننہ میں نمائندگی رکھنے والی دیگر قوم پرست جماعتوں اور مذہبی سیاسی جماعتوں کو بھی اس سے باہر رکھا گیا۔

سیاسی جماعتوں میں وسیع البنیاد حمایت کا فقدان اب میثاقِ جمہوریت پر مکمل عمل درآمد کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ پیپلز پارٹی جو میثاقِ جمہوریت کی چیمپئن تھی انتخابی نمائندگی کے معاملے میں زیادہ تر سندھ تک محدود رہی ہے۔ 2018 کے انتخابات پہلی بار تھے کہ 1970 کے پہلے عام انتخابات کے بعد سے نہ تو پی ایم ایل (نہ ہی اس کی مختلف قسمیں) اور نہ ہی پی پی پی نے گورننگ مینڈیٹ حاصل کیا تھا۔ پی ٹی آئی اس قدر مضبوط ہو کر ابھری کہ پی پی پی یا پی ایم ایل (ن) اتحادیوں میں سے کسی ایک کے بغیر حکومت بنا سکے۔

پی ٹی آئی اپنے اتحادیوں کے ہمراہ فی الحال، جمہوریت میں "سویلین اسپیس" کو مستحکم کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کرنے پر مجبور نظر نہیں آتی۔ پی ٹی آئی کو تقریباً ایک تہائی انتخابی حمایت کے ساتھ تشکیل شدہ سیاسی جگہ، میثاقِ جمہوریت یا اس طرح کے کسی معاہدے کی قسمت کو غیر یقینی بنا دیتی ہے۔

---

84 Interview with a Key Informant held in Feb 2021

4. میثاقِ جمہوریت کے بعد

2006-2021 کے دوران سیاسی اور تزویراتی پیشرفت

2006 اور 2021 کے درمیان اہم سماجی اور سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ میثاقِ جمہوریت کی رو سے سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے ان پیش رفتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔ یہ پیش رفت اس بات کا بھی تعین کر سکتی ہے کہ کیا سیاسی قیادت میثاقِ جمہوریت کے مطابق اپنے وعدوں کی تجدید پر رضامندی ظاہر کرتی ہے۔

وکلاء کی تحریک اور جمہوریت کی طرف منتقلی

فوجی حکومت کو وکلاء کی تحریک (2007-2009) نے چیلنج کیا تھا جس کا مقصد چیف جسٹس افتخار چوہدری کی بحالی تھا۔ سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے گروپوں نے اس تحریک میں شمولیت اختیار کی اور اسے ملک گیر، قومی تحریک بنا دیا۔ تحریک بالآخر نہ صرف چیف جسٹس کی بحالی میں کامیاب ہوئی بلکہ فوج کی زیر قیادت نظام کو بھی کافی حد تک کمزور کر دیا۔

2008 کے انتخابات میں پی پی پی ایک سرکردہ سیاسی جماعت کے طور پر ابھری جو فوجی حکمرانی کے خاتمے کا اشارہ دیتے ہوئے جمہوری تبدیلی کا باعث بنا۔ جب بھی کوئی پارٹی انتخابات ہارتی ہے تو دھاندلی کے شور کے ماضی کے رواج کے برعکس، مسلم لیگ (ن) نے میثاقِ جمہوریت کے تحت کیے گئے وعدوں کے تحت نہ صرف نتائج کو قبول کیا بلکہ پی پی پی کی زیر قیادت مخلوط حکومت میں بھی شمولیت اختیار کی۔[85]

قانون سازی کا سنگ میل: 18 ویں آئینی ترمیم

میثاقِ جمہوریت پر دستخط کرنے والوں کے درمیان تعاون 18 ویں ترمیم کی منظوری کے بعد عروج پر پہنچ گیا جس نے آئین کے تقریباً ایک تہائی کو متاثر کیا۔

خاص طور پر اس میں فوجی قوانین کے تحت کی گئی تبدیلیوں سے پاک کرنے پر توجہ مرکوز کی گئی[86]۔ پی پی پی کی حکومت نے 2009 میں میثاقِ جمہوریت میں کیے گئے اپنے وعدے پر عمل کرتے ہوئے ایک دو ایوانی، کثیر الجماعتی، پارلیمانی کمیٹی برائے

85 Shafqat, Sahar: Opposition Parties and Regime Uncertainty in Pakistan, *Pakistan's Political Parties: Surviving between Dictatorship and Democracy.* Edited by Mariam Mufti et al (2020) p.241

86 Mehboob, Ahmed Bilal. *The reason why debate on 18th amendment refuses to die.* (2020). https://www.arabnews.pk/node/1709751. (accessed Jan 28, 2021)

آئینی اصلاحات (پی سی آر) تشکیل دی۔ پیپلز پارٹی کے سینیٹر رضا ربانی کی زیر صدارت کمیٹی میں 17 پارلیمانی جماعتوں کی نمائندگی تھی۔ پارلیمانی تجاویز کے علاوہ سول سوسائٹی سے تقریباً 1,000 تجاویز موصول ہوئیں جن کی جانچ میں تقریباً نو ماہ لگے۔[87] کسی بھی ترمیم کو حتمی شکل نہیں دی جا سکتی جب تک کہ اس پر اتفاق رائے نہ ہو یا کم از کم دو تہائی سیاسی جماعتوں کے نمائندے اس کی منظوری نہ دیں۔ ترمیم نے 1973 کے آئین کو 12 اکتوبر 1999 سے پہلے کی حالت میں بحال کر دیا اور جنرل مشرف کی طرف سے متعارف کرائے گئے سال 2002 کے لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) اور 17 ویں ترمیم کو منسوخ کر دیا، سوائے چند مخصوص دفعات کے، جیسا کہ قومی اسمبلی میں خواتین اور اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں اور ووٹرز کی عمر کے لیے حد۔ مارشل لا کے نفاذ کو مؤثر طریقے سے ختم کرنے کے لیے، اس ترمیم نے آئین میں غداری کی تعریف کو وسیع کیا اور کہا کہ اس طرح کے کسی ایکٹ کو کوئی بھی عدالت توثیق نہیں کر سکتی۔ صدر اور وزیر اعظم کے دفاتر کے درمیان اختیارات کی تقسیم کی متعصبانہ نوعیت آئین کے پارلیمانی کردار کو بحال کرتے ہوئے ختم کر دی گئی۔

آرٹیکل 58 (2)-بی جو صدر کو پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے کا اختیار دیتا تھا، کو بھی ختم کر دیا گیا۔ اس ترمیم کے نتیجے میں، وفاقی حکومت نے کسی بھی صوبے میں ایمرجنسی لگانے کا حق کھو دیا جیسا کہ پہلے خیبر پختونخواہ (اس وقت شمال مغربی سرحدی صوبہ) اور بلوچستان میں پی پی پی کی پہلی حکومت نے کیا تھا، اور پھر سندھ میں مسلم لیگ (ن) کی دوسری حکومت، اور پنجاب میں پیپلز پارٹی کی چوتھی حکومت نے کیا تھا۔[88] عظیم تر انتخابی اصلاحات، عدالتی تقرریوں کے لیے زیادہ شفاف اور وسیع طریقہ کار، زیادہ صوبائی خود مختاری 1973 کے آئین کے نفاذ کے بعد سے اس جامع ترین قانون سازی کی کوشش کی دیگر نمایاں خصوصیات ہیں۔

وفاقی حکومت کے مالیاتی چیلنجوں کے پیش نظر، مرکزیت پسندوں اور وفاق پرستوں کے درمیان ترمیم کے کردار پر بحث چھڑ گئی ہے۔ مرکز پرستوں کا کہنا ہے کہ "ترمیم نے ریاست کو کمزور کیا ہے اور یہ ملک کے مالی مسائل کی ایک بڑی وجہ ہے۔"[89] ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ "صوبوں کو مالی وسائل کی منتقلی وفاقی حکومت کے لیے مالی جگہ کو محدود کر دیتی ہے جو دفاعی اخراجات اور قرض کی فراہمی کے لیے ذمہ دار ہے۔"[90] کچھ لوگوں نے صوبائی سطح پر منتقل شدہ موضوعات سے نمٹنے کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ ترمیم پر پارلیمنٹ کے فلور پر بحث نہ ہونے کا مسئلہ اٹھایا ہے۔

87 Cheema Umar. *Anatomy of 18th amendment and answers to its critics.* (2018) https://www.thenews.com.pk/print/298458-anatomy-of-18th-amend-and-answers-to-its-critics. (accessed Jan 28, 2021)

88 Ibid

89 Hussain Zahid: *Debating 18th amendment.* (2019). https://www.dawn.com/news/1462145 (accessed Jan 28, 2021)

90 Ibid

سول رائٹس بطور نگران

سول سوسائٹی کی تنظیموں نے پچھلی تین دہائیوں میں نمایاں ترقی درج کی ہے۔ 2005 اور 2010 کی قدرتی آفات نے ملک میں ان کی فنڈنگ اور موجودگی کو مزید بڑھا دیا تھا۔ 2002 میں، ایشیائی ترقیاتی بینک نے اندازہ لگایا کہ پاکستان میں تقریباً 45,000 فعال سول سوسائٹی آرگنائزیشنز (سی ایس اوز) ہیں، جن میں تقریباً 250,000 افراد کام کرتے ہیں۔[91] "مشرف انتظامیہ نے مزید ترقی پسند قوانین بنانے کے لیے عورت فاؤنڈیشن اور شرکت گاہ جیسی حقوق نسواں کی این جی اوز سے فعال طور پر مدد طلب کی، جس میں 2006 کا تحفظ خواتین ایکٹ بھی شامل ہے، جس نے عصمت دری کا شکار ہونے والی خواتین کو زنا کی سزا کے امکان سے بچایا۔"[92]

صدر زرداری کے دور میں، این جی اوز نے رجسٹریشن کے آسان طریقہ کار اور کم حکومتی نگرانی کی وکالت جاری رکھی[93]۔ بین الاقوامی عطیہ دہندگان نے پاکستان میں جمہوریت کو گہرا کرنے اور ادارہ جاتی مضبوطی کے لیے خاطر خواہ رقم کی سرمایہ کاری کی۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے وکلاء کی تحریک کی کامیابی، جنرل مشرف کی ایمرجنسی کے دوران میڈیا کی روک تھام کے ساتھ ساتھ خواتین اور حقوق کے حامی قانون سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ حال ہی میں، فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) سے متعلق اقدامات کا مشاہدہ ہے کہ "پاکستان کی حکومت نے اس شعبے پر زیادہ سخت ریگولیٹری فریم ورک اور نگرانی کا اطلاق کیا ہے" جس نے بہت سی تنظیموں کے کام کو محدود کر دیا ہے۔[94] تاہم وہ ملک میں جمہوری خلا کو وسعت دینے اور جمہوریت کے استحکام میں ایک اہم کھلاڑی ہیں۔

باشعور شہری

2006 کے بعد پاکستان کے میڈیا کے منظر نامے میں بڑے پیمانے پر ترقی ہوئی کیونکہ یہ ایک سرکاری ٹیلی ویژن چینل، ایک ریڈیو چینل اور ایک نجی ایف ایم (فریکوئنسی ماڈیولیشن) ریڈیو سے اردو اور دیگر قومی زبانوں میں نشریات چلانے والے دو درجن سے زیادہ نیوز ٹی وی چینلز تک چلا گیا۔ جب کہ الیکٹرانک میڈیا نے 2000 کی دہائی میں عروج پایا۔ تھری جی اور فور جی ٹیکنالوجی کی آمد نے میڈیا کے استعمال کے انداز میں ایک بڑی تبدیلی دیکھی۔ صوابدیدی اور رضاکارانہ سنسرشپ کی وجہ سے میڈیم کو

91 Briefing Paper 101: *Civil Society and Social Development in Pakistan, Democracy Reporting International.* (2020) https://democracyreporting.org/dri_publications/briefing-paper-101-civil-society-and-social-development-in-pakistan/ (accessed Jan 28, 2021)

92 Nelson, J Mathew. Countries at the Crossroads, 2011: Pakistan p.4

93 Ibid

94 Briefing Paper 101: *Civil Society and Social Development in Pakistan, Democracy Reporting International.* (2020) https://democracyreporting.org/dri_publications/briefing-paper-101- civil-society-and-social-development-in-pakistan/ (accessed Jan 28, 2021)

ساکھ کے بحران کا بھی سامنا کرنا پڑا جس نے پروگرامنگ کے معیار کو گرا دیا۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ میڈیا کا مواد بہت زیادہ ریاستی اداروں کی طرف سے ڈکٹیٹ کیا جاتا ہے، اور میڈیا سب سے زیادہ متنازع مواد کو خود سنسر کرتا ہے[95]۔

سینسر شپ اور صحافیوں کی برطرفی نے آن لائن ٹی وی چینلز کی ترقی کو تحریک دی ہے۔ یہ پلیٹ فارمز اپنے آزادانہ مواد اور سمارٹ فونز کے ذریعے آسان رسائی کی وجہ سے ناظرین کی توجہ حاصل کر رہے ہیں جو کل ویب ٹریفک کے تین چوتھائی (76٪) کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ 37 ملین سے زیادہ اور ہر روز مزید بڑھتے ہوئے سوشل میڈیا صارفین ایسے ہیں جن میں سے زیادہ تر سیل فون کے ذریعے انٹرنیٹ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

اشتہاری صنعت بھی تیزی سے آن لائن پلیٹ فارمز کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مالی سال 2017-2018 میں پاکستانی میڈیا کی 81 ارب روپے کی مارکیٹ میں سے اس رقم کا 46 فیصد الیکٹرونک میڈیا کی طرف گیا۔ یہ پچھلے سال کے مقابلے میں 2 فیصد کم تھا۔

جس کے نتیجے میں ٹی وی میڈیا کو 4 بلین کا سیدھا سیدھا نقصان ہوا۔ اسی عرصے کے دوران، ڈیجیٹل مارکیٹنگ کے حجم میں اڑھائی بلین روپے کا اضافہ ہوا۔[96]

میڈیا کی کھپت میں بتدریج مگر ایک طے شدہ خاص تغیر بتاتا ہے کہ میڈیا کا مستقبل ڈیجیٹل میڈیا ہے اور الیکٹرانک میڈیا کب اپنے ہی بوجھ تلے گرتا ہے اب یہ صرف وقت کی بات ہے۔ ڈیجیٹل میڈیا، اگرچہ نگرانی کے ادارے کی عدم موجودگی میں نقصانات سے بھرا ہوا ہے، لیکن خبروں کے صارفین کی مستقبل میں پسندیدہ منزل یہی ہے۔

80 فیصد سے زیادہ پاکستانیوں کے پاس موبائل فون کنکشن ہیں۔ صرف جون 2019 اور فروری 2020 کے درمیان، موبائل فون صارفین کی تعداد 161 ملین سے بڑھ کر 168.9 ملین ہوگئی۔ یعنی اس میں 5.9 فیصد اضافہ ہوا۔[97]

لوگ اپنے روزمرہ کے لین دین کے لیے موبائل فون ٹیکنالوجیز پر تیزی سے انحصار کر رہے ہیں۔ 2019 میں، 1309 ملین روپے سے زیادہ کی رقم سالانہ موبائل بینکنگ ٹرانزیکشنز کے ذریعے (3.6 ملین روپے روزانہ) بھجوائی گئیں۔ جن کا سالانہ حجم ساڑھے چار ٹریلین سے زیادہ تھا[98]۔ ملک میں براڈ بینڈ کنکشنوں کی تعداد 87 ملین ہیں۔[99]

95 McCartney, Matthew et al. *New Perspectives in Pakistan's Political Economy: State, Class and Social Change.* (2019). p. 248-251

96 Freedom Network. *Media market: money and control.* https://pakistan.mom-rsf.org/en/findings/market/ (accessed Dec 25, 2020)

97 Pakistan Telecommunication Authority https://www.pta.gov.pk/en/telecom-indicators (accessed Dec 21, 2020)

98 Ibid

99 Ibid

سیاسی جماعتوں نے 2018 کے انتخابات کے دوران اپنی مہم کے پیغامات کو وسعت دینے کے لیے فیس بک اور ٹویٹر جیسے آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال کیا۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز نے بھی اپنی مساویانہ حیثیت ثابت کی ہے کیونکہ جب بعض سیاسی جماعتوں کی کوریج کو قومی دھارے کے میڈیا نے سنسر کیا تھا، تب بھی وہ سوشل میڈیا کے ذریعے ووٹرز تک پہنچنے میں کامیاب رہی تھیں۔

معلومات تک آسان اور فوری رسائی نے سیاسی پیش رفت پر شہریوں کے ردعمل کا انداز بدل دیا ہے۔ اب باشعور شہری کی موجودگی میں سیاسی جماعتیں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتے ہوئے بھی اپنی تصادم کی سیاست کو جاری رکھ سکتی ہیں۔

خلل انگیز سیاسی اظہار (2013-2021)

گزشتہ دہائی میں پاکستان کی سیاست مختلف مواقع پر دھرنوں کے ہاتھوں یرغمال رہی۔ جنوری 2013 میں، پاکستان عوامی تحریک کے ڈاکٹر طاہر القادری نے پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے، عدلیہ اور فوج سے تجاویز لینے والی عبوری حکومت کے قیام کا مطالبہ کرتے ہوئے دارالحکومت میں دھرنا دیا۔ ڈاکٹر قادری کو باوقار سیاسی پسپائی کے لئے ایک معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا گیا کیونکہ مسلم لیگ ن اور دیگر سیاسی جماعتیں حکومت کے ساتھ کھڑی تھیں۔ اسی طرح، 2013 کے انتخابات میں سادہ اکثریت سے کامیابی کے بعد مسلم لیگ (ن) کی حکومت کو انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے خلاف پی ٹی آئی اور پاکستان عوامی تحریک (پی اے ٹی) کے 126 دن کے طویل دھرنے کی شکل میں ایک بے مثال چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک مذہبی سیاسی جماعت، تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) نے دوبار اسلام آباد کے داخلی راستے کو بند کیا اور مسلم لیگ ن اور پی ٹی آئی کی حکومتوں کو ان کے ساتھ معاہدوں پر دستخط کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جے یو آئی-ف دسمبر 2019 میں پی ٹی آئی حکومت کے خلاف اسی راستے پر چلی گئی۔ جب کہ مسلم لیگ ن، پی پی پی اور بیشتر دیگر سیاسی جماعتیں اس آزمائش کی گھڑی میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑی تھیں، ملکی سیاست میں نئے دراندازوں نے ایک نئی صورت کا سیاسی حربہ اپنالیا ہے۔ کار حکومت میں خلل ڈالنے والا سیاسی اظہار، جس کا استعمال کسی بھی حکومت کے لیے ڈراؤنا خواب ہو گا۔

سول ملٹری عدم توازن

پچھلی دہائی میں دو منتخب حکومتوں کے فوج کے ساتھ اپنے اختلافات کی وجوہات منصفانہ تھیں جس نے دونوں حکومتوں کو تقریباً گرا دیا تھا۔ پاکستان میں سول ملٹری اختلافات ایک گہرے مسئلے کی علامت تھے اور رہیں گے۔ ایسی سیاسی اقساط کے دوبارہ رونما ہونے کا امکان جمہوری استحکام کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ سیاسی جماعتوں کو حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہے کہ ملک میں مشکل سول ملٹری تعلقات کو کس طرح بہتر طریقے سے آگے بڑھایا جائے۔

مثال کے طور پر 2011 میں میموگیٹ اس سلسلے میں سبق آموز ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن میں اسامہ بن لادن کی ہلاکت کے بعد پی پی پی کی حکومت ہل کر رہ گئی تھی، امریکہ میں پاکستان کے سفیر حسین حقانی پر الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے اس وقت اعلیٰ

امریکی فوجی افسر کو ایک میمو لکھا تھا۔ اسلام آباد میں ایک "نئی سکیورٹی ٹیم" کی تنصیب میں ان کی مدد طلب کرنا جو ان کے خیال میں واشنگٹن کے لیے دوستانہ ہو گی۔[100]

مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے دوران سول ملٹری کشمکش کا پہلا بڑا کھلا ٹاکرہ اکتوبر 2016 میں روزنامہ ڈان میں شائع ہونے والی ایک خبر[101] کے ساتھ منظر عام پر آیا جس میں انسداد دہشت گردی کے نقطہ نظر میں اختلافات پر انٹر سروسز انٹیلی جنس کے سربراہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی غیر معمولی لفظی "تو تو میں میں" کی ایک اندرونی کہانی منظر عام پر آئی۔[102] معاملات اس وقت سر پر آگئے جب اس بات کا تعین کرنے کے لیے قائم کیے گئے انکوائری کمیشن (جس کے ذمہ تھا کہ وہ یہ تعین کرے کہ مذکورہ میڈیا رپورٹ میں دی گئی معلومات کا ذریعہ کیا تھا) کی جانب سے جاری ہونے والی رپورٹ کو فوجی ترجمان نے ایک ٹویٹ میں "مسترد" کر دیا۔ اسی ٹویٹ کو بعد میں واپس لے لیا گیا اور معاملے کو حل سمجھا گیا جو کہ ایک بظاہر سامنے آنے والی قرارداد کے علاوہ کچھ بھی تھا۔

جارحانہ عدلیہ (2007 سے)

2009 میں وکلاء کی تحریک کی کامیابی نے ملک میں عدلیہ کے کام کرنے کا طریقہ کار بدل دیا۔ اس سے پہلے بھی، جسٹس افتخار چوہدری نے 2005 میں چیف جسٹس کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد سے مفاد عامہ کے معاملات پر قانونی چارہ جوئی کا آزادانہ استعمال شروع کر دیا تھا اور "نئی سیاسی، سماجی اور معاشی سرگرمیوں" میں مداخلت کی تھی۔[103]

پاکستان میں، عدلیہ نے خالصتاً سیاسی نوعیت کے معاملات اور بین الادارہ جاتی تنازعات پر ثالث کا کردار ادا کیا ہے کیونکہ اس کے پاس ادارہ جاتی فریم ورک کی تشریح کرنے کا اختیار ہے۔ "2008 اور 2017 کے درمیان، عدلیہ نے سیاسی زندگی کے تمام شعبوں میں مداخلت کی، ایسے فیصلوں کو تبدیل کیا جو دوسرے ریاستی اداروں کے حدودِکار کے اندر آتے تھے[104]۔ سیاسی جماعتوں اور پارلیمنٹ سے ایک قسم کی نفرت کے رویئے میں عدلیہ بھی فوج کی شراکت دار ہے اسی لئے اس نے سیاسی جماعتوں کو منظم کرنے کی کوشش کی ہے، جس کے نتیجے میں منتخب حکومتوں کو نقصان پہنچا ہے[105]۔ "عدالتی طور پر چلائی جانے والی

100 Associated Press. *Memogate scandal reveals civil-military splits.* (2011). https://www.dawn.com/ news/674146/memogate-scandal-reveals-civil-military-splits (accessed Mar 14, 2021)

101 Almeida, Cyril. *Exclusive: Act against militants or face international isolation, civilians tell military.* (2016). https://www.dawn.com/news/1288350, (accessed Jan 28, 2021)

102 Pathankot incident and Mumbai terror attack

103 Kureshi, Yasser: Judicial Politics in a Hybrid Democracy, *Pakistan’s Political Parties: Surviving between Dictatorship and Democracy* edited by Mariam Mufti et al. (2020) p.286

104 Ibid p.289

105 Ibid p.276

جمہوریت" میں، عدالت عظمیٰ نے دو منتخب وزرائے اعظم کو "آرٹیکل 62 اور 63 کے تحت بیان کردہ اخلاقیات اور عقلمندی کے مبہم معیارات پر پورا نہ اترنے پر" معزول کر دیا[106]۔ جب کہ وزیر اعظم گیلانی کو سزا سنانے پر گھر بھیج دیا گیا تھا، نواز کے کیس میں یہ ایک ایسا جرم تھا جو ابھی تک سرزد نہیں ہوا تھا۔ جولائی 2017 میں سپریم کورٹ نے وزیر اعظم نواز شریف کو نااہل قرار دیتے ہوئے انہیں اپیل کا کوئی حق نہیں دیا۔[107] متعدد دیگر منتخب نمائندوں کو سیاست سے روک دیا گیا۔[108]

2006 سے 2021 تک کے 15 سالوں کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عرصے کے دوران اہم ادارہ جاتی اور سیاق و سباق میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ مارچ 2007 میں میثاقِ جمہوریت پر دستخط کرنے کے ایک سال بعد وکلاء کی تحریک شروع ہوئی، جس نے جمہوریت کی بحالی اور 2008 میں فوجی قیادت کے خاتمے کی راہ ہموار کی۔ 2008 کے انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کی قیادت والی حکومت قائم ہوئی۔ میثاقِ جمہوریت کے تحت واضح آئینی اصلاحات کی گئیں۔ 18ویں آئینی ترمیم اور 7ویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ (این ایف سی) نے صوبوں کو اختیارات کی زیادہ سے زیادہ قانون سازی اور مالیاتی منتقلی کو یقینی بنایا، پارلیمنٹ کو ریاستی نظام میں مزید متعلقہ بنایا گیا اور الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کو بااختیار بنایا گیا۔ وکلاء کی تحریک کے نتیجے میں عدلیہ نے بھی بڑا کردار ادا کیا۔ یہ بہت سے معاملات پر بہت پُرزور فریق بن کے سامنے آئی ہے اور اب بسا اوقات اسے قانون سازی اور انتظامیہ کی حدود میں مداخلت کار کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

اگر ہم برابری کی بنیاد پر ادارہ جاتی اصلاحات کے مطالبے پر نظر ڈالیں تو 2000 کی دہائی میں پرائیویٹ ٹی وی چینلز کی افزائش اور تھری جی اور فور جی ٹیکنالوجی کے ظہور نے پاکستان میں میڈیا کی پیداوار اور کھپت کے انداز کو بدل دیا ہے اور اس کے نتیجے میں ڈیجیٹل طور پر بہت زیادہ بااختیار اور باشعور شہری سامنے آئے ہیں جو اپنے سیاسی حقوق اور خدمات کی فراہمی کے معیار کے لیے بہت پرزور مطالبہ کرنے والے بن گئے ہیں۔ یہ صورتحال کسی حد تک پی ٹی آئی جیسی نئی سیاسی قوتوں کے زیادہ شہری علاقوں اور صوبوں میں عروج کی وضاحت کرتی ہے۔

106 Ibid p.289

107 Mangat, Rafique. *No PM could complete term in 70-year Pak history*. (2017). https://www.thenews.com.pk/print/222614-No-PM-could-complete-term-in-70-year-Pak-history (accessed Jan 28, 2021)

108 Ibid p. 292

5. 2018 کے بعد کی اپوزیشن کی سیاست

پی ٹی آئی نے ڈیڑھ دہائی تک ریڈار کے نیچے رہنے کے بعد خود کو سیاسی نقشے پر لا کھڑا کیا۔ 2013 کے انتخابات میں اس نے مسلم لیگ (ن) کے بعد دوسرے نمبر پہ سب سے زیادہ عوامی ووٹ حاصل کئے۔ 2018 کے انتخابات میں، اپنے ووٹ شیئر میں 88 فیصد اضافہ درج کرتے ہوئے، پی ٹی آئی نے انتخابی میدان میں دو پارٹیوں کے 30 سال کے غلبے (پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نون و جماعت اسلامی) کو ختم کر دیا[109]۔ 2018 کے انتخابات میں، پی ٹی آئی 115 قومی اسمبلی کی نشستیں جیت کر واحد سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری تاہم وہ 12 نشستوں سے سادہ اکثریت سے محروم رہی۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ پارٹی کو زیادہ سے زیادہ چھ نشستیں خالی کرنی پڑیں جہاں اس کے امیدواروں نے ایک سے زیادہ نشستیں جیتی تھیں، پارٹی کو حکومت بنانے کے لیے تقریباً نصف درجن دیگر چھوٹی سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کرنا پڑا[110]۔ دوسری جانب پی ایم ایل این اور پی پی پی نے بالترتیب 64 اور 43 نشستیں حاصل کیں۔

ابتدا میں اپوزیشن جماعتوں کی صفوں میں گٹھ جوڑ ہونے کے آثار موجود تھے۔ انتخابات کے فوراً بعد، چار پارلیمانی جماعتوں - پی ایم ایل این، پی پی پی، جے یو آئی ایف اور اے این پی کے سینئر رہنماؤں نے پی ٹی آئی کی حکومت کا مقابلہ کرنے کے لیے مشترکہ پارلیمانی حکمت عملی بنانے پر اتفاق کیا۔[111] اس لیے تجزیہ کاروں نے پی ٹی آئی کی آنے والی حکومت کی زبردست مخالفت کی توقع کی تھی۔ تاہم، بعد ازاں مخالف سیاسی جماعتوں کے مختلف موقف کی وجہ سے پی ٹی آئی حکومت نے پہلے دو سال ہموار سفر کیا۔

پیپلز پارٹی نے قائد ایوان کے لیے اپوزیشن کے مشترکہ امیدوار شہباز شریف کو ووٹ دینے سے گریز کیا۔[112] قومی اسمبلی کے سپیکر کے عہدے کے لیے پیپلز پارٹی کے خورشید شاہ کو متفقہ طور پر ووٹ دینے کے بعد بمشکل ہفتوں بعد اپوزیشن کا مشترکہ اتحاد صدارتی انتخاب کے لیے متفقہ امیدوار پر متفق نہ ہو سکا۔[113] اپوزیشن کی صفوں میں انتشار کا ایک اور بڑا مظاہرہ اس وقت

---

109 ECP data

110 Wasim, Amir. *Imran still striving to get required numbers to form govt.* (2018). https://www.dawn.com/news/1423603 (accessed March 23, 2021)

111 Hussain, Javed. *Opposition parties mull joint strategy to tackle PTI in parliament.* (2018)https://www.dawn.com/news/1423853. (accessed March 23, 2021)

112 https://www.dawn.com/news/1426772

113 Chaudhry, Fahad. *PTI's Dr Arif Alvi elected 13th president of Pakistan.* (2018) https://www.dawn.com/news/1430542 (accessed March 23, 2021)

سامنے آیا جب اگست 2019 میں سینیٹ کے چیئرمین صادق سنجرانی کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک ناکام ہوگئی کیونکہ اپوزیشن جماعتوں کے 14 ارکان نے یا تو اپنی ہی قرارداد کے خلاف ووٹ دیا یا مبینہ طور پر اپنا ووٹ ضائع کیا۔[114]

اقتدار سنبھالنے کے بعد سے، پی ٹی آئی نے میثاقِ جمہوریت کو مسترد کرنے میں کوئی لفظ نہیں کہا[115]۔ پہلے دو سالوں کے دوران، پی ٹی آئی حکومت نے یکطرفہ احتساب مہم جاری رکھی جس کی پوری توجہ اپوزیشن سیاسی جماعتوں پر تھی اور حکومت اور اپوزیشن کے درمیان شدید دُوری کا باعث بنی۔ اس بدلے ہوئے سیاسی منظرنامے نے 1990 کی دہائی کی محاذ آرائی کی سیاست کو تبدیل کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں سیاسی تعطل پیدا ہوا ہے۔ اس سے معاشی ترقی رک گئی ہے۔ ملک کی مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) کی شرح نمو سات دہائیوں میں پہلی بار منفی ہوئی۔[116] قانون سازی کا کاروبار متاثر ہوا ہے، اس لیے 2018 سے، حکومت کو 50 سے زیادہ آرڈیننس جاری کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔[117] حکومت کو پارلیمانی کمیٹیاں بنانے میں چھ ماہ لگ گئے۔[118]

5.1 پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (پی ڈی ایم) کی تشکیل

جے یو آئی ایف نے دھاندلی پر سخت ترین موقف اختیار کیا اور وہ اسمبلیوں میں حلف اٹھانے سے بھی گریزاں تھی۔ چونکہ اس کے پاس احتجاج کی سیاست کے لئے عوامی طاقت موجود تھی، اس نے یکطرفہ طور پر احتجاجی ریلیوں کا آغاز نومبر 2019 میں اسلام آباد میں ہفتوں تک جاری رہنے والے دھرنے سے کیا۔ اسی وقت، حکومت کو مجبور کیا گیا کہ وہ جیل میں بند پی ایم ایل این کے رہنما نواز شریف کو علاج کے لیے بیرون ملک جانے کی اجازت دے۔ جے یو آئی ایف کے جلسے پی ٹی آئی حکومت کے لیے پہلا بڑا چیلنج تھے جو بغیر کسی بڑے سیاسی نقصان کے گزر گئے۔

دو سالوں سے معطل حکمرانی اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کے سبب اپوزیشن کو ایک بار پھر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے کا موقع ملا۔ انہوں نے 20 ستمبر 2020 کو پی پی پی کی طرف سے بلائی گئی کثیر الجماعتی کانفرنس میں ایک سیاسی اتحاد–پاکستان ڈیموکریٹک

---

114 Khan, Iftikhar A. *14 defectors save Sanjrani in anticlimactic Senate vote* (2019) https://www.dawn.com/news/1497597 (accessed March 23, 2021)

115 Khan, Tabinda M: From a Movement to a catch-All Party, *Pakistan's Political Parties: Surviving between Dictatorship and Democracy* edited by Mariam Mufti et al. (2020) p.82

116 Zaidi, S Akbar. *A forgettable year for Pakistan's economy.* (2021). https://www.eastasiaforum.org/2021/01/01/a-forgettable-year-for-pakistans-economy/ (accessed Mar 13, 2021)

117 Geo News. *The Ordinance route: Since 2018 over 55% laws have been ordinances.* (2021). https://www.geo.tv/latest/334151-the-ordinance-route-since-2018-over-55-laws-have-been-ordinances Feb 2021 (accessed Mar 13, 2021)

118 Mehboob, Ahmed Bilal. *The Assembly's first year.* (2019). https://www.dawn.com/news/1499262 (accessed March 23, 2021)

موومنٹ— تشکیل دیا۔[119] اپنے پہلے اعلامیے میں اس نے 26 نکاتی ایجنڈا اتیار کیا جس میں کچھ فوری اور طویل المدت اہداف کے ساتھ ساتھ سیاست میں ریاستی اداروں کے کردار کے حوالے سے کچھ پالیسی موقف بھی تھے۔ دو ماہ بعد، اتحاد نے اپنے مطالبات کو 12 نکات تک محدود کر دیا جس میں پارلیمنٹ کی بالادستی اور اس کے وفاقی اسلامی آئینی ڈھانچے پر توجہ مرکوز کی گئی، سیاست میں فوج اور سیکیورٹی اداروں کے کردار کو محدود کرنا، انتخابی اصلاحات، صوبائی خود مختاری، مقامی حکومتیں، عدلیہ کی آزادی، اظہار رائے کی آزادی، انتہاپسندی اور مہنگائی کا خاتمہ شامل تھا۔[120]

اب یہ تحریک آٹھ مہینوں سے زیادہ پرانی ہے اور اس میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ مارچ کے اوائل میں اس اتحاد کو کامیابی ہوئی کیونکہ انہوں نے حکمران جماعت کے امیدوار اور اس وقت کے وزیر خزانہ حفیظ شیخ کو شکست دی تھی مگر سیاسی کامیابی کا یہ عرص زیادہ دیر تک چل نہیں سکا کیونکہ اپوزیشن اتحاد اپنی عددی طاقت کے باوجود سینیٹ میں قائد ایوان کا انتخاب نہ جیت سکا۔ کہا جاتا ہے ،کسی بھی تحریک کی کامیابی جانچنے کے لیے چھ ماہ کا وقت بہت کم ہے۔ تاہم یہ بھی سچ ہے کہ پچھے آٹھ مہینوں میں اتحاد کو مکمل طور پر ختم کرنا بھی جلدی تھا۔ اسی تناظر میں دیکھئے تو پچھلی دو ایسی تحریکوں "ایم آر ڈی" اور "اے آر ڈی" کو بالآخر اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں سات سے آٹھ سال لگے۔

اپنی سیاسی شروعات کرنے کے لیے، پی ڈی ایم نے 26 نکات کا ایک مکمل ایجنڈا اتیار کر کے مشکل آغاز کیا۔ مختلف پس منظر کی حامل سیاسی جماعتوں سے وسیع بنیاد پر حمایت حاصل کرنے کی کوششیں لامحالہ مشکلات کا شکار رہتی ہیں۔ پی ڈی ایم کی طرف سے بیان کردہ مقاصد بلاشبہ ایک طویل سفر کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ پہلے ہی میثاقِ جمہوریت کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہیں۔ ان کا حصول مسلسل کوشش اور دوطرفہ تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہوگا۔

5.2 پی ڈی ایم میں تقسیم کی وجوہات

سیاسی طرز عمل کی حکمت عملی میں ناکامی: اتحاد کا ٹوٹ جانا اس کی حکمت عملی کی ناکامی یا اس کی استعداد میں کمی کا عکاس ہے۔ اس اتحاد میں طے شدہ اہداف کی کوئی ترجیح نہیں تھی۔ اس کے اندر ایسے منصوبوں پر بھی اختلافات تھے جو ابھی بہت قبل از وقت تھے۔ اس کے علاوہ اتحاد کے اجلاس کی کارروائی میڈیا کو فراہم کر دی گئی۔ اور اس پہ مستزاد قیادت کو فوری ردعمل کا مظاہرہ کرنا پڑا اور ان کی جانب سے میڈیا کو عجلت میں بیانات جاری کیے گئے۔ اگرچہ اب بھی وسیع تر اہداف یعنی مستحکم جمہوریت، پارلیمنٹ کی بالادستی اور منصفانہ انتخابات کے حوالے سے ایک خاص حد تک اتفاق پایا جاتا ہے تاہم سیاسی فریقین اپنی مختلف ترغیبات کی وجہ سے کسی ایک حکمت عملی پر متفق نہیں ہیں۔

119 *Opposition parties form alliance to oust govt.* (2020) https://www.dawn.com/news/1580803 (accessed May2, 2021)

120 Hussain, Javed. *PDM announces 12-point 'Charter of Pakistan', rejects GB election outcome.* (2020). https://www.dawn.com/news/1590896 (accessed March 23, 2021)

موجودہ نظام میں پی پی پی کے مفادات: دیگر سیاسی جماعتوں کے برعکس اس نظام میں پیپلز پارٹی کے سیاسی مفادات زیادہ داؤ پر ہیں۔ سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور سینیٹ میں وہ اکثریتی جماعت ہے۔ اگر موجودہ نظام کو گرا دیا جائے تو اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ پیپلز پارٹی کے پاس نئے تشکیل پانے والے نظام میں اگر زیادہ نہیں تو اتنی بھی نمائندگی ہو۔ سو اپنی نمائندگی کو وسیع کرنے کے لئے اسے، پنجاب میں الیکٹیبلز کو راغب کرنے، اور صوبہ کے پی میں اے این پی کے ساتھ ممکنہ اتحاد بنانے کی ضرورت ہے۔ پی پی پی اپنے موجودہ پارلیمانی جوڑ توڑ سے فائدہ اٹھانے کو ترجیح دے گی اور اپنی انتخابی کارکردگی کو بہتر بنانے اور کم از کم وفاقی سطح پہ وفاق کی علامت سیاسی جماعت کے طور پر اپنی سابقہ حیثیت کو بحال کرنے کے لیے اگلے دو سالوں کا استعمال کرے گی۔

2023 کے انتخابات کے لیے دوبارہ ترتیب: پی ڈی ایم میں حالیہ تقسیم مستقبل قریب میں سیاسی منظر نامے کی متوقع از سر نو ترتیب کے ساتھ ساتھ 2023 کے انتخابات کے لیے دوبارہ انتخابی ترتیب دینے کا اشارہ بھی ہے۔ سیاسی موقف کے علاوہ، پی ٹی آئی حکومت کو گرانے کے بیان کردہ مقصد کے خلاف، جے یو آئی ایف کے علاوہ کوئی سیاسی جماعت، پی ڈی ایم کے اس مقصد کو حاصل کرنے کی خواہشمند نہیں ہے۔ درحقیقت اب بڑی سیاسی پارٹیوں نے 2023 کے انتخابات پر نظریں جما رکھی ہیں۔ اس لیے فریقین کے لیے اپنی وابستگیوں کا از سر نو تشکیل کرنا فطری امر ہے۔ سیاسی مخالفین کو مزید تکلیف دینے سے ان کے انتخابی امکانات کو نقصان پہنچے گا۔

2018 کے انتخابات میں پی پی پی صوبہ خیبر پختونخوا (کے پی) میں پانچویں نمبر پر رہی۔ کے پی کے ضمنی انتخابات پی پی پی اور اے این پی دونوں کے لیے مزید دکھی کہانی بیان کرتے ہیں۔ ان کے مشترکہ ووٹ سے کے پی میں ان کو بہتر حصہ ملنے کا امکان زیادہ ہے۔ پی پی پی اور اے این پی نے جے یو آئی ایف سے دوری بنا کر اگلے عام انتخابات میں اپنے انتخابی مفادات کو دیکھنا شروع کر دیا ہے۔

اسی طرح پی ایم ایل این پنجاب اور کے پی اور سندھ میں جے یو آئی ایف کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی راہ پر ہے تاکہ مذہبی ووٹ کے اثرات کو جزوی طور پر ختم کیا جا سکے جو کہ 2018 کے انتخابات میں کچھ معاملات میں پارٹی کو بھاری قیمت چکانا پڑی۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں کہ جے یو آئی ایف بریلوی ووٹوں سے بالکل مختلف ووٹرز کو ٹارگٹ کرتی ہے جس نے 2018 کے انتخابات میں پی ایم ایل (این) کو نقصان پہنچایا۔ 2018 کے انتخابات میں چھوٹے پیمانے پر ہونے کے باوجود دونوں جماعتوں کا اتحاد تھا۔ یہ نکتہ پی ڈی ایم کے پلیٹ فارم میں جزوی طور پر ان کے اکٹھے رہنے کی وضاحت کرتا ہے۔

مزید برآں اگر پی ایم ایل (این) پی ٹی آئی کی حکومتی مدت پورا ہونے کا انتظار کرتی ہے تو اس کے مفادات کو بہتر طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ 2018 کے انتخابات میں پی ٹی آئی کو پنجاب میں پی ایم ایل این پر ایک معمولی برتری (2٪) تھی۔ وزیر آباد اور ڈسکہ کے ضمنی انتخابات کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ کل انتخابات ہونے کی صورت میں پی ایم ایل این پنجاب میں موجودہ پی ٹی آئی کو پیچھے چھوڑ سکتی ہے۔ تاہم یہ بھی درست ہوگا کہ پی ایم ایل (این) کو کہیں بڑی کامیابی مل سکتی ہے کہ اگر پی ٹی آئی کو، اپنی کی ناقص کارکردگی کے پیش نظر، اس کے ووٹرز کی نظروں میں مزید نیچے گرنا دیا جائے تاکہ 'تبدیلی کا بخار' مکمل طور پر ختم ہو

جائے اور خاک میں مل جائے۔ جہاں تک جے یو آئی-ف اور دیگر چھوٹی جماعتوں کا تعلق ہے ان کے پاس موجودہ سیٹ اپ کے خاتمے کی صورت میں کھونے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ لہذا، وہ اجتماعی استعفیٰ کے حتمی اقدام کی وکالت کرتے ہیں۔

5.3 اپوزیشن کی سیاست کا مستقبل اور دوسری نسل کا میثاقِ جمہوریت

دو بڑی سیاسی جماعتوں پی پی پی اور اے این پی کی پی ڈی ایم کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کے بعد اس اتحاد کے مستقبل اور پاکستان میں اپوزیشن کی سیاست کی سمت کے حوالے سے مختلف قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں۔

جب کھلے عام متحارب پی ایم ایل این اور پی پی پی کے مفادات ایک بار پھر صف آراء ہو جائیں تو ناکارہ پی ڈی ایم جماعتوں (پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے بغیر) کے درمیان ایشو پر مبنی تعاون کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ ابھی تک ایسا لگتا ہے کہ پی پی پی کو وفاق میں اپنے مفادات پر دعویٰ کرنے کے لیے پنجاب میں کچھ سیاسی جگہ واپس لینے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جے یو آئی ایف کے بہت قریب کھڑا ہونا اے این پی کے لیے اتنا سود مند بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ انھوں نے 2023 کے انتخابات کے بارے میں بھی ضرور سوچا ہو گا۔

اندرون پارلیمان تبدیلی کی صورت میں ایک سیاسی گرو کی پیشگوئی کے مطابق کچھ ممکنہ منظر نامے ہیں[121]: ا) پی پی پی پنجاب کے ساتھ ساتھ مرکز میں شریک حکومت ہو گی۔ ب) یہ پنجاب میں اپنے انتخابی امکانات کو بہتر بنانے کی کوشش کرے گی۔ ج) اس نے اے این پی کے ساتھ مل کر خیبر پختونخواہ میں اپنی حمایت بڑھائی ہے جبکہ مسلم لیگ نون اور جمیعت علمائے اسلام (ف) پہلے کی طرح تصادم کے راستے پر گامزن ہیں اور پی ٹی آئی حکومت کو بدنام کرنے کے لیے ہر ممکن حربے کر رہے ہیں۔

دریں اثنا، پی ٹی آئی حکومت کو کووڈ-19 کی تیسری اور چوتھی لہروں کے تناظر میں معیشت کو مستحکم کرنے، اقتصادی ترقی کو بہتر بنانے اور بڑھتی ہوئی مہنگائی اور مسلسل بگڑتی ہوئی صورتحال سے نمٹنے کے مشکل مراحل کا سامنا ہے۔ حکمران جماعت نے بھی اپنی صفوں میں انحراف کی پہلی علامات ظاہر کرنا شروع کر دی ہیں جو ممکنہ طور پر دوسری سیاسی جماعتوں کے لیے انتخابی جگہ کھول دیتی ہے۔ حالیہ مہینوں میں ڈسکہ، نوشہرہ اور کراچی میں ہونے والے ضمنی انتخابات میں پی ٹی آئی کی مقبولیت میں نمایاں کمی دیکھی گئی ہے اور بعد کے دو مقابلوں میں پی ٹی آئی نے 2018 کے انتخابات میں جیتی ہوئی نشستیں ہار دی تھیں۔ این اے 249، کراچی غربی میں یہ غیر متوقع طور پر پانچویں نمبر پر رہی۔[122]

---

121 Sethi, Najam. *In-house end game.* (2021). https://www.thefridaytimes.com/in-house-end-game/ (accessed March 23, 2021)

122 Ali, Imtiaz. *PPP emerges victorious in NA-249 Karachi by-poll.* (2021). https://www.dawn.com/news/1621019/ppp-emerges-victorious-in-na-249-karachi-by-poll (accessed March 23, 2021)

سویلین شعبے میں فوج کی مداخلت، انتظامی حدود میں عدالتی مداخلت، خدمات عامہ کی ناقص فراہمی، غیر فعال اور غیر موثر ایل جی، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور اظہار رائے کی آزادی، یکطرفہ احتساب جیسے مسائل بر قرار ہیں جس کے سبب اپوزیشن جماعتوں کے پاس عوامی غصہ نکالنے کا یہ بہترین موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ ایک مضبوط تحریک چلائے جو حکومت کو عوام کی بھلائی کے لیے کام کرنے پر مجبور کرتی ہو۔ اپوزیشن کے لیے موجودہ تعطل سے نکلنے کا ایک عملی طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے مطالبات کی فہرست کو مزید مختصر کرے اور ایک کم از کم مشترکہ ایجنڈا تشکیل دے جس کی پیروی سیاسی حکمت عملی کے ذریعے کی جائے۔ تاکہ تمام اسٹیک ہولڈرز کے درمیان فکری ہم آہنگی پیدا اور کسی صورت اصلاحاتی عمل تک پہنچا جا سکے۔ اس کے علاوہ پی پی پی کی حکمت عملی نے ثابت کر دیا ہے کہ پارلیمانی فورمز سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

6. میثاقِ جمہوریت کی کامیابیاں اور مشکلات

کامیابی اور ناکامی کے اس توازن کی جانچ سے بہت سے سبق لئے جاسکتے ہیں۔ یہ نہ صرف ایک نئے میثاقِ جمہوریت کے استدلال اور دائرہ کار کے بارے میں آگاہ کریں گے بلکہ اس کو مثالی طور پر تیار کرنے اور لاگو کرنے کا طریقہ بھی بتائیں گے۔

1. میثاقِ جمہوریت کے دو تہائی اہداف پر عمل درآمد

میثاقِ جمہوریت نے قومی سیاسی استحکام کو دور کرنے والے بنیادی مسائل کو اپنا ہدف بنایا اور انہیں حل کرنے کے لیے ایک پرجوش مگر قابل عمل ایجنڈا بنایا۔ پندرہ سال بعد میثاقِ جمہوریت کی دفعات کے مطابق مجموعی کامیابیوں کو دیکھنا حوصلہ افزا ہے۔ میثاقِ جمہوریت کے نفاذ کی صورتحال کو صرف مقدار کے پیمانے پر دیکھنا کافی نہیں ہوگا۔ تاہم، اگر میثاقِ کے نکات کے نفاذ کا جائزہ لینے کی کوشش کریں، تو 36 میں سے تقریباً دو تہائی نکات کو زیادہ حد تک حل کر دیا گیا ہے۔

میثاقِ جمہوریت کی اہم کامیابیوں کے لحاظ سے، ایگزیکٹو اور صدر کے خلاف مقننہ کے اختیارات کی بحالی؛ صوبے کی حکومت اور بااختیار الیکشن کمیشن آف پاکستان کو اختیارات کی کافی حد تک منتقلی، اس کی اہم کامیابیاں ہیں۔ جو اہداف حاصل نہیں کیے جا سکے ان میں منتخب اور بااختیار بلدیاتی نظام، احتساب کا ایک آزاد طریقہ کار اور سیکورٹی کے شعبے پر زیادہ سویلین کنٹرول شامل ہیں۔

قانون سازی کے محاذ پر، خاص طور پر، 18 ویں، 20 ویں اور 25 ویں ترامیم، 7 ویں این ایف سی ایوارڈ اور الیکشن ایکٹ-2017، کی صورت میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ طرز حکمرانی کی اصلاحات، سابقہ فاٹا کو مربوط کیا جانا، ای سی پی کو بااختیار بنایا جانا اور سب سے بڑھ کر صوبائی خود مختاری کو بڑھایا جانا، قابل تحسین ہیں۔ میثاقِ جمہوریت پر دستخط کرنے والوں نے منتخب حکومتوں کو غیر مستحکم کرنے کے لیے، ایسا کرنے کے واضح موقع کے باوجود کسی بھی ماورائے آئین اقدامات کی حمایت کرنے سے گریز کیا ہے۔ اس نے دو متواتر منتخب حکومتوں کو ہر پانچ سال کی اپنی مکمل آئینی مدت پوری کرنے اور پرامن طریقے سے اقتدار اگلی سیاسی جماعت کو منتقل کرنے کا موقع دیا۔ یہ 1990 کی دہائی کی سیاسی روایت کی واضح رخصتی تھی۔

2. میثاقِ جمہوریت کے نفاذ کا نقصان

تاہم کچھ سیاسی مسائل جن کی نشاندہی کی گئی ان سے متعلق میثاقِ جمہوریت کے مندرجات خاموش تھے۔ طاقت کی کی نچلے درجے کو منتقلی کے معاملے پر ایک اہم خلاء اختیارات کو صوبائی حکومت سے مقامی حکومت کو منتقل کرنے سے متعلق تھا جس کے سبب بالواسطہ طور پر چار نئے 'اسلام آباد' بن گئے اور صوبے کے اندر سماجی و اقتصادی نابرابری کی سطح یا تو باقی رہی یا اس میں مزید بگاڑ پیدا ہو گیا۔ صوبہ پنجاب ایسی صورت ہی کی ایک مثال ہے۔ مالی سال 2008 سے 2013 تک پنجاب حکومت کے

ترقیاتی فنڈز کا تقریباً نصف لاہور میں خرچ ہوا[123]۔ دوسری بڑی خامی قومی احتسابی نظام میں پیش رفت کا فقدان ہے۔ عوامی شعبے کی بدعنوانی–ایک اقتصادی حقیقت اور سیاسی بیانیہ دونوں کے طور پر– آج بھی سیاسی ترقی اور سیاسی عمل کو غیر مستحکم کر رہی ہے جیسا پچھلی کئی دہائیوں سے جاری ہے۔

3. اصلاحات کا عمل جامع اور کھلا نہیں تھا

میثاقِ جمہوریت کے معاہدے اور نفاذ کا عمل تمام سیاسی اور سول سوسائٹی کے تمام فریقوں کے لیے بہت زیادہ شاملاتی نہیں ہے اور جب اس پر عمل درآمد ہو رہا تھا تب بھی یہی مشاہدہ کیا گیا۔ مثال کے طور پر 18ویں آئینی ترمیم نے قانون سازی کے عمل کو تجویز کیا جو بڑی حد تک مبہم اور پارلیمنٹ سے باہر بیٹھے ہوئے فریقین کے لیے ناقابل رسائی تھا۔ اصلاحات کے دائرہ کار میں وسیع اور دور رس اثرات نے تمام فریقوں، بشمول بیوروکریسی، فوج، میڈیا، سول سوسائٹی، عدلیہ اور وسیع تر قانونی برادری، اور نجی صنعت کو متاثر کیا۔ اس اصلاحاتی عمل کے دوران ان گروہوں کے نمائندوں کو شامل کرنا زیادہ مناسب ہوتا۔

4. عمل درآمد کی جامع حکمت عملی کی عدم موجودگی

صوبائی حکومتوں کے پاس انفراسٹرکچر، تکنیکی صلاحیت، افرادی قوت اور مالی وسائل کے حوالے سے وسائل کی تیاری کم تھی۔ عمل درآمد کمیشن نے 29 اپریل 2011 کو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی اپنی رپورٹ میں 18ویں ترمیم کے ذریعے منتقل کیے گئے وزارتوں / ڈویژنوں سے صرف اختیارات اور اداروں کو حذف یا منتقل کرنے پر غور کیا، جو کہ بہت سے معاملات میں بدیہی اور بظاہر غیر منطقی تھا۔ مثال کے طور پر مالم جبہ ریزورٹ (لمیٹڈ) کو ٹورازم ڈویژن سے بین الصوبائی رابطہ ڈویژن میں منتقل کر دیا گیا۔ ویٹرنری ادویات اور ویکسین لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ڈویژن سے کامرس ڈویژن کو منتقل کر دی گئیں۔ طلباء اور اساتذہ کا بین الاقوامی تبادلہ ایجوکیشن ڈویژن سے بین الصوبائی رابطہ ڈویژن کو منتقل کر دیا گیا۔ رپورٹ میں افعال اور اداروں کے اس بے ترتیب تبادلوں کی وجہ کی وضاحت نہیں کی گئی۔ نہ ہی اس نے متعلقہ فنڈز، اثاثوں اور افرادی قوت کی بڑے پیمانے پر منتقلی کے تفصیلی طریقہ کار پر غور کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر، وفاقی اور صوبائی حکومتیں اس تبدیلی یا اس کے بعد کے حالات کو سنبھالنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ صوبائی سطح پر کابینہ کمیٹیوں اور عمل درآمد کمیٹیوں / سیلوں اور وفاقی سطح پر عمل درآمد کمیشن اور سیکرٹریٹ کا وسیع پھیلاؤ کسی "واضح پیش رفت حاصل کرنے کی بجائے، محض ایک عمل کو متحرک کرنے" تک کی صورتحال کا ثبوت تھا۔[124] اس منتقلی کے لیے کوئی روڈ میپ

123 Khawar, Hassan. *The untold story of Punjab.* (2019) https://tribune.com.pk/story/1903675/untold-story-punjab. (accessed Mar 12, 2021)

124 Moriani, Farrukh. *The Eighteenth Amendment in the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan Implications, Opportunities and Challenges*. (2010)

نہیں تھا، اثاثوں کا مرکزی ڈیٹابیس، انسانی وسائل، فنڈز اور منصوبے، علم اور معلومات کے تبادلے کے لیے کوئی فورم نہیں تھا، اور حکومت کی ترمیم کے بعد کے ڈھانچے کے لیے کوئی پالیسی دستاویزات نہیں تھیں۔

5. سیاسی معیشت کے خطرات کا انتظام

جامع ترقی کے عمل کو دیکھتے ہوئے یہ حیران کن نہیں لگتا کہ جہاں اصلاحاتی عمل کامیاب بھی ہوا ہے وہاں اس کے نفاذ کو متعدد حلقوں کی جانب سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کے بعد، نفاذ کے عمل نے اصلاحات کے عمل کے سیاسی اثرات کی توقع اور انتظام کے لیے حکمت عملی کی مد میں غیر معمولی کمی کا مظاہرہ کیا۔ 2011 کے اوائل میں، ماہرین نے خبردار کیا تھا کہ "فوج اور مرکزی بیوروکریسی کی جانب سے ریاستی عملداری کو نچلی سطح تک منتقل کرنے کے عمل کے خلاف مزاحمت" ہوگی۔[125] آئینی اصلاحاتی ٹیم متوقع اصلاحاتی عمل کے "متاثرہ فریق" تک نہیں پہنچ سکی تاکہ وہ اپنے مفاد کے نقصانات کو پورا کر سکیں یا اس کی تلافی کر سکیں اور بات چیت کے ذریعے، باہمی رضامندی سے ہونے والے سیاسی تصفیہ تک پہنچ سکیں۔ پالیسی کی تیاری اور عمل درآمد کی درست منصوبہ بندی کی کمی نے ایسے مفاد پرست گروہوں کو ہر موقع پر اصلاحات میں تاخیر اور پٹڑی سے اترنے کے لیے کافی جگہ فراہم کی۔

6. مالی معاملات پر آگہی کے لئے اصلاحات

اس میں کوئی شک نہیں کہ 18ویں ترمیم کی منظوری سے قبل 2009 میں 7ویں این ایف سی ایوارڈ کا معاہدہ معروف سیاسی جماعتوں کے لیے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ تاہم، یہ صوبوں کو اختیارات کی منتقلی کے بعد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں تھا۔

مالی لحاظ سے اٹھارہویں ترمیم کے بعد نچلی سطح پہ منتقل ہونے والی وزارتوں، ڈویژنوں اور منصوبوں پر صوبائی ذمہ داری 363 ارب روپے تھی۔ مالی سال 2010-11 میں صوبوں کے لئے مختص بجٹ کا لگایا گیا اندازہ 222 ارب روپے کے لگ بھگ تھا لیکن بعد ازاں خزانے جمع کرنے میں متوقع کمی اور حکومتی اخراجات کے بعد یہ رقم 45 ارب روپے رہ گئی۔ یہ بات بہت جلد واضح ہو گئی تھی کہ 7ویں این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے صوبوں کو وسائل کی کل منتقلی میں 58 فیصد اضافہ صوبائی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرے گا۔ اس مقصد کے لئے وفاقی حصص میں اضافے، تاخیری منصوبوں اور خالی مقامات کے ذریعے مالی اعانت حاصل کرنے

125 Wasim, Muhammad. Pakistan: *A Majority Constraining Federalism.* India Quarterly. (2011)

والے دائمی صوبائی خسارے کے 30 سالہ رجحان کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس خلا کو صوبوں کی طرف سے خزانے کے بہتر لین دین کے ذریعے پُر کرنے کی ضرورت پوری ہو سکے۔[126]

یہ عمودی مالیاتی عدم توازن آج دن تک برقرار ہے اور مستقبل میں اس کے مزید بگڑنے کی توقع ہے۔ ایک ہی وقت میں، وفاقی حکومت کے اداروں چاہے وہ سویلین ہوں یا عسکری، دونوں ہی نے بجٹ کی ضروریات میں اس سلیقہ شعاری کو نہیں اپنایا جس کی 18ویں ترمیم کے ذریعے ضمانت دی گئی تھی۔ گزشتہ 10 سالوں کے دوران، وفاقی حکومت کے 'سویلین حکومت چلانے' اور 'دفاعی امور اور خدمات' کے بجٹ میں بالترتیب 16 فیصد اور 13 فیصد اضافہ ہوا ہے۔[127]

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا وفاق اور صوبے وفاق کی اکائیوں کے درمیان وسائل کی منصفانہ تقسیم پر اتفاق رائے پیدا کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ چھوٹے صوبے خصوصاً بلوچستان مالیاتی پالیسی سازی کے عمل میں سینیٹ کا زیادہ کردار چاہتے ہیں۔ وفاقی حکومت کے سامنے ایک مشکل کام ہے کیونکہ وہ اگلے این ایف سی ایوارڈ پر بات چیت کر رہی ہے۔

7. اقتصادی طور پر متعلقہ اصلاحات

میثاقِ جمہوریت میں موجود ایک واضح کمی معاشی اصلاحات اور مالیاتی نظم و ضبط اور غریب پرور فیصلہ سازی پر توجہ مرکوز کرنے والے وعدوں کی عدم موجودگی ہے۔ پاکستان میں مرکزی حکومتوں نے بین الاقوامی مالیاتی اداروں (آئی ایف آئی) قرضوں اور بین الاقوامی بانڈز کے ذریعے وسائل کو کم کرتے ہوئے ہمیشہ ضرورت سے زیادہ خرچ کیا ہے جبکہ سیاسی طور پر مہنگی اصلاحات جیسے کہ افرادی قوت کو حقوق دینے، خسارے میں چلنے والے ریاستی ملکیتی اداروں (ایس ای اوز) کی نجکاری، ان کی ترقی میں عوامی سرمایہ کاری کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور ٹیکس کی بنیاد خرچ کرنے یا اخراجات کو پھیلانے سے گریز کیا ہے۔ بالآخر، ان پالیسیوں کے نتیجے میں ترقی کی سست روی، بڑھتی ہوئی بے روزگاری، زیادہ مہنگائی اور کم ہوتی ہوئی سرمایہ کاری ہے جو غریبوں پر اس قدر بوجھ ڈال رہی ہے کہ وہ اسے برداشت نہیں کر پا رہے۔ اس صورتحال نے سیاست دانوں، ماہرین اقتصادیات اور آزاد مبصرین کی جانب سے سیاسی جماعتوں کے درمیان "میثاقِ معیشت" پر دستخط کیے جانے کے مطالبے کو جنم دیا ہے تاکہ انتخابی چکروں سے زیادہ طویل المدتی نقطہ نظر کے ساتھ عوامی فلاح پر مبنی اقتصادی پالیسیوں کو فروغ دیا جا سکے[128]۔ معاشی عدم استحکام سیاسی عدم استحکام کو جنم دیتا ہے۔ مالیاتی کمی منتخب حکومتوں کو کمزور کرتی ہے اور ان کی حکومت کرنے کی صلاحیت کو ختم

126 Beaconhouse National University, Institute of Public Policy. *State of the Economy, Devolution in Pakistan.* (2011) (accessed Mar 12, 2021)

127 Khawar, Hassan. *Our defence budget — facts and fiction.* (2019). https://tribune.com.pk/ story/1918185/defence-budget-facts-fiction. (accessed Mar 12, 2021)

128 See for instance: https://www.dawn.com/news/1490306 ; https://www.dawn.com/ news/1606715 ; https://nation.com.pk/19-Dec-2020/a-national-charter-of-economy (accessed Mar 12, 2021)

کر دیتی ہے۔ جمہوری اداروں اور اصولوں کی مضبوطی کے لیے وقف کسی بھی میثاق میں ساختی اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لیے طویل عرصے سے التوا میں پڑی اصلاحات پر اتفاق رائے شامل ہونا چاہیے۔

8. قوانین کا نفاذ یقینی بنانے کے لیے ایگزیکٹو نگرانی کو مضبوط بنانا

پاکستان کے پارلیمانی نظام میں قانون سازی کے بعد کی جانچ پڑتال کا عمل موجود نہیں ہے جو کہ ترقی یافتہ جمہوریتوں میں ادارہ جاتی عمل کے طور پر نافذ ہے۔ نگرانی اور تشخیص کے اس اہم پہلو کو پورا کرنے کے لیے کہ کیا اس کے پاس کیے گئے قوانین نے اپنے مطلوبہ نتائج حاصل کیے ہیں یا نہیں، صرف ایک پلیٹ فارم، سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے ڈیلیگیٹڈ قانون سازی ہے۔[129] پی ٹی آئی حکومت نے جنوری 2020 میں اس حوالے سے قومی اسمبلی میں بل پیش کیا تھا لیکن اس پر بہت کم پیش رفت ہوئی ہے، نتیجے کے طور پر قوانین پر عمل درآمد ایک بڑا چیلنج بنا ہوا ہے۔[130]

9. سول ملٹری توازن: وہ شعبہ جہاں سب سے کم پیش رفت ہوئی

یہ ظاہر ہے کہ سول ملٹری عدم توازن اس میثاقِ جمہوریت کا سب سے اہم اصلاحی شعبہ تھا۔ اور اس عدم توازن کو درست کرنا، دستخط کرنے والی سیاسی جماعتوں کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ لہذا، میثاقِ جمہوریت کے 36 اہداف میں سے 15 سول ملٹری طاقت کے توازن سے متعلق ہیں۔ اور یہ کوئی حیرت ناک نہیں ہے کہ یہی اہداف حاصل کرنے کے سب سے مشکل مرحلہ ہیں۔ سول ملٹری تعلقات میں تاریخی طور پر رازداری اور عدم اعتماد موجود رہا ہے اور اب یہ دونوں فریقین کے مابین کھلی دشمنی کی طرف انحطاط پذیر ہو چکے ہیں۔

میثاقِ جمہوریت میں فوج سے متعلق 15 آرٹیکلز میں سے صرف ایک آرٹیکل تین سروسز چیفس کی تقرری سے متعلق ہے۔ کابینہ کی دفاعی کمیٹی کو موثر بنانے میں صرف جزوی کامیابی ملی ہے۔ مشترکہ سروسز کمانڈ کا ڈھانچہ مضبوط نہیں ہو سکا کیونکہ اس کی قیادت صرف فوج کے پاس ہے۔ اگرچہ یہ عہدہ یہ تینوں سروسز کے درمیان گردشی بنیادوں پر منتقل ہوتا رہنا چاہیے تھا جیسا کہ میثاقِ جمہوریت کے تحت تصور کیا گیا تھا۔

---

129 Daily Dawn. *'Post-legislative scrutiny is nicety of advanced democracy'.* (2018) https://www.dawn.com/ news/1419538 (accessed Feb 17, 2021)

130 Daily Business Recorder. *Post-legislative scrutiny: Government agrees to defer bill on Opposition's request.* (2020). https://www.brecorder.com/news/561831/. (accessed Feb 17, 2021)

باقی 12 آرٹیکلز جن میں خاص طور پر دفاعی بجٹ، سچائی اور مصالحتی کمیشن کے قیام، مسلح اہلکاروں کا احتساب، انٹیلی جنس ایجنسیوں پر سویلین کنٹرول، مسئلہ کشمیر کے حل سے متعلق پالیسیوں اور پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے بہت کم پیش رفت ہوئی ہے۔

سیاسی تجزیہ کاروں کے ساتھ ساتھ سیاست دانوں کی نمائندگی کرنے والے ماہرین[131] کے درمیان اکثریتی نظریہ یہ تھا کہ فوج جس کی خارجہ اور مالیاتی پالیسی اور داخلی سلامتی پر کنٹرول رکھنے کی ایک طویل تاریخ ہے وہ ہمیشہ ہی اپنی جگہ چھوڑنے سے گریزاں رہے گی۔ ایسا ہونے کا امکان زیادہ نہیں ہے کیونکہ سیاسی کلچر شدید تقسیم ہے اور پارلیمنٹ بھی بہت ہیرا پھیری کا شکار ہے۔

10. بین الادارہ جاتی مکالمہ

گرینڈ نیشنل ڈائیلاگ یا قومی سطح کے بین الادارہ جاتی مکالمے کی بحث نے میڈیا کے ساتھ ساتھ سول سوسائٹی میں بھی توجہ حاصل کی ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمل اداروں کے مابین تناؤ کو حل کرنے کا ایک قابل عمل ذریعہ ہے۔ یہ رائے دینے والوں میں سرکردہ سیاسی جماعتوں کے اعلیٰ درجے کے افراد بھی شامل ہیں۔ تاہم، شک کرنے والے اہم سوالات پوچھتے ہیں: اگر ریاستی ادارے 1973 کے آئین کو اسی طرح پڑھتے اور اس کی تشریح کرتے ہیں جو ریاست کے ہر ایک ادارے کے لیے واضح طور پر اس کے کردار اور ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے، تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ قومی سطح کے بڑے مکالمے کے نتیجے میں نئے معاہدے کی پاسداری بھی کریں گے۔ مکالمہ اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اگلا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ کچھ لوگ یہ بھی مانتے ہیں کہ ان بڑے اقدامات کو بغیر کسی رکاوٹ کے انجام دینا آسان نہیں ہے۔ ان کے خیال میں، اس معاملے پر "مسلسل کام اور مسلسل جوڑنے کی ضرورت ہوگی۔" تحقیق میں شامل ایک ماہر نے کہا کہ سچائی اور مفاہمتی کمیشن جس کا ذکر میثاقِ جمہوریت میں کیا گیا ہے ماضی کی غلطیوں کا جائزہ لینے اور آگے کی راہیں طے کرنے کے لیے ایک قابل عمل ذریعہ ہو سکتا ہے۔[132]

حتمی تجزیے میں، یہ فیصلہ کیا جانا ابھی باقی ہے کہ کیا اس طرح کا مکالمہ منعقد بھی کیا جانا چاہیئے اور کیا اس مکالمے میں شرکت کرنے والوں کی ممکنہ فہرست کا فیصلہ بھی ان سیاسی جماعتوں کے پاس ہونا چاہیے جو اس طرح کے اقدامات کی حتمی سرپرست ہیں۔

131 Views expressed by Key Informants during interviews with TRI in Feb 2021

132 Interview with a Key Informant held in Feb 2021

11. جمہوریت کے اصل میثاقِ کی مطابقت: وسیع البنیاد سیاسی اتفاق رائے کی ضرورت

سماجی، ادارہ جاتی اور سیاسی حقائق کی اہم از سرِ نو تشکیل ہو جانے کے سبب یہ پندرہ سالہ پرانا میثاقِ جمہوریت بنیادی طور پر وسیع تر سیاسی حمایت کی کمی کی وجہ سے اپنی وقعت کھو چکا ہے۔

سیاسی جماعتوں میں وسیع بنیاد پر حمایت میں کمی اب میثاقِ جمہوریت پر مکمل عمل درآمد کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ پیپلز پارٹی جو میثاقِ جمہوریت کی چیمپئن تھی انتخابی نمائندگی کے معاملے میں زیادہ تر سندھ تک محدود رہی ہے۔ 2018 کے انتخابات کے نتیجے میں پہلی بار نہ تو مسلم لیگ (یا اس کی مختلف شکلیں) اور نہ ہی پی پی پی نے 1970 میں ہونے والے پہلے عام انتخابات کے بعد سے وفاقی حکومت کی قیادت کرنے کی حمایت حاصل کیا۔ پی ٹی آئی حکومت، پی پی پی یا مسلم لیگ (ن) کی سیاسی حمایت کے بغیر اکیلے ہی حکومت کر رہی ہے اور وہ فی الحال، جمہوریت میں سویلین اسپیس کو مستحکم کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کرنے پر مجبور نہیں ہے۔

پی ٹی آئی کا عروج بھی انتہائی متضاد اور نفرت انگیز سیاسی ماحول کی طرف واپسی کا باعث بنا ہے جو کہ 1990 کی دہائی کا تھا۔[133] دوسری طرف، پی ٹی آئی کی جانب سے سابقہ حکومتوں کی طرف سے اختیار کی گئی تمام پالیسیوں پر تنقید، جس میں میثاقِ جمہوریت اور اس پر عمل درآمد بھی شامل ہے۔ یہ سب اس کی سیاسی شناخت کا ایک لازمی عنصر ہے، جس کا مقصد خود کو مسلم لیگ ن اور پی پی پی سے الگ کرنا اور دور کرکے دکھانا ہے۔ اس خلیج کو عبور کرنا مشکل ہو گا۔ از سرِ نو تشکیل شدہ سیاسی منظر نامے میں اصلاحی ایجنڈے کے نئے انداز کو آگے بڑھنے کے لیے ایک فکری اور اچھی طرح سے سوچے سمجھے انداز کی ضرورت ہے۔ پی ٹی آئی کی قیادت کو اس حقیقت سے اتفاق کرنا چاہیے کہ درحقیقت اس پُر عزم اصلاحاتی ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے، جس نے انہیں عوامی حمایت دلائی، پارلیمنٹ میں بنیاد رکھنے والے وسیع البنیاد دو طرفہ تعلقات ہی آگے بڑھنے کا واحد راستہ ہوں گے۔

133 A Key Informant in Lahore (Feb 2021)

7. آگے کا لائحہ عمل

1. دوسری نسل کے میثاقِ جمہوریت کی تشکیل کے لئے کام کرنا

نئی سماجی اور سیاسی حقیقتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سیاسی جماعتوں، سماجی گروہوں اور اداروں کے وسیع تر اتفاق رائے پر مبنی ایک نئے سماجی معاہدے کی ضرورت ہے۔ موجودہ میثاقِ جمہوریت کو اس بحث کے لیے شروعاتی نقطہ کے طور پر کام کرنا چاہیے اور ایک نئی صورت میں سامنے آنا چاہیئے۔ نئے میثاقِ جمہوریت میں ایک وسیع، ادارہ جاتی بنیادوں پر قائم اصلاحاتی ایجنڈا موجود ہونا چاہیے جس کا مقصد بتدریج لیکن پائیدار ادارہ جاتی ترقی ہو۔

ابھی تک، اس معاہدے میں ان سیاسی جماعتوں کو شامل کرنا ہے جن کے پاس 37٪ مقبول ووٹ اور قومی اسمبلی کی 40٪ نشستیں ہیں۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کی قیادت نے ایک نئے میثاقِ جمہوریت کی ضرورت کو اجاگر کیا ہے جس پر تمام سیاسی جماعتوں کا اتفاق ہے۔ پی ڈی ایم نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ تحریک کے لاہور اعلامیہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ وہ میثاقِ جمہوریت کے ناقابل عمل نکات کی حمایت کرتا ہے[134]۔ اپوزیشن اتحاد نے[135] نئے چیلنجز کی روشنی میں میثاقِ جمہوریت کی تشکیل نو کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔[136] اگرچہ اپوزیشن جماعتوں کے درمیان ایک نئے میثاقِ جمہوریت پر اتفاق ہو سکتا ہے، لیکن پی ٹی آئی ایسے کسی میثاقِ سے اتفاق کرے گی یا نہیں، اس کے متعلق کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ 2018 کے انتخابات میں پارٹی کے 32٪ ووٹوں کے مینڈیٹ کو دیکھتے ہوئے، یہ غیر یقینی صورتحال ملک میں متفقہ ادارہ جاتی اصلاحات کے ایجنڈے کے مستقبل کے لیے اچھا اشارہ نہیں دیتی۔

2. اتفاق رائے کی تعمیر کے لیے دوطرفہ سیاست کے کلچر کو مضبوط کرنا

دوطرفہ معاہدے جمہوری کلچر کا حصہ ہیں۔ پاکستانی جمہوریت بھی اس رجحان سے ناواقف نہیں ہے۔ ماضی قریب کی ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں دوطرفہ حمایت کے بعد 25ویں ترمیم (فاٹا کا کے پی میں انضمام) جیسی قانون سازی کی گئی تھی۔ سیاسی طبقہ اس بنیاد پر کوئی عمارت پر تعمیر کر سکتا ہے۔ حکمران جماعت کو کم از کم مشترکہ ایجنڈے پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ جیسا کہ یہ 18ویں ترمیم پر تحفظات کا اظہار کرتا رہا ہے، اس سے یہ معلوم ہوگا کہ کوئی بھی ترمیم اپوزیشن کے ساتھ شامل ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ اسے ایک کثیر الجماعتی کمیٹی تشکیل دینی چاہیے جس میں تمام صوبوں کی نمائندگی ہو تاکہ ایک مقررہ وقت میں آئینی ترامیم کو متفقہ طور پر پیش کیا جا سکے۔

---

134 Views of a Key Informant representing a political party (February 2021)

135 Views expressed by Key Informants during interviews with TRI in Feb 2021

136 Ibid

3. قانون سازی پر تعاون کے لیے غیر رسمی پارلیمانی نظام کو ادارہ جاتی بنانا

پاکستانی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں ایسی کامیاب مثالیں موجود ہیں جہاں کثیر الجماعتی اکٹھ اور پارلیمانی ٹاسک فورسز نے اہم قانون سازی کا کام انجام دیا ہے۔ سیاسی جماعتوں کو باہمی تعاون اور بعد ازاں قانون سازی کے نفاذ کے لیے کثیر سیاسی جماعتی اکٹھ اور ٹاسک فورسز قائم کرنی چاہئیں۔

4. قانون سازی کے بعد کی جانچ پڑتال کے لیے کمیٹیوں کو مضبوط بنانا

سینیٹ میں صرف ایک قائمہ کمیٹی برائے تفویضِ قانون سازی ہے۔ اس کمیٹی کو مزید موثر بنانے اور اس طریقہ کار کو نقل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ ماتحت قانون سازی کی فعال نگرانی اور جائزہ لے۔ حکومت کو پوسٹ لیجسلیٹو سکروٹنی بل کو آگے بڑھانا چاہیے جو اس نے جنوری 2020 میں قومی اسمبلی میں پیش کیا تھا تاکہ مضبوط بنیادوں پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جا سکے۔

5. قانون سازی کو مزید جامع اور شفاف بنانا

مزید برآں، پارلیمانی کمیٹیوں کو شہریوں کے لیے عوامی سماعتوں کے ذریعے رائے دینے کے مواقع کو وسیع کرنا چاہیے تاکہ ان کے دائرہ کار میں موجود مسائل بشمول ممکنہ طور پر متنازعہ مسائل پر تمام نقطہ نظر حاصل کیے جا سکیں۔ اس سے پارلیمنٹ اور عوام کے درمیان تعلق کو مضبوط بنانے میں مدد ملے گی۔ متعلقہ اسٹیک ہولڈرز کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے اس طرح کے اجلاسوں کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی جانی چاہیے۔

6. بقایا آئینی اصلاحاتی ایجنڈے کے لیے اتفاق رائے کی تعمیر کو ترجیح دینا

تحقیقی مرحلے کی تیاری میں مختلف سیاسی جماعتوں کی نمائندگی کرنے والے نمائندگان کی اکثریت آرٹیکل 62 اور 63، احتساب قانون اور متوازی عدالتوں سے نمٹنے والے دیگر قوانین، سینیٹ کے انتخابات میں کھلی رائے شماری، اور معلومات اور صحافیوں کا حقوق و تحفظ کے قوانین پر بحث شروع کرنے کے حق میں تھی۔[137]

137 Views expressed by Key Informants during interviews with TRI in Feb 2021

7. سول ملٹری عدم توازن کو ٹھیک کرنے کے لیے مزید حقیقت پسندانہ انداز اختیار کرنا

سیاست میں فوج کے کردار کو محدود کرنے سے متعلق کسی بھی اصلاحی ایجنڈے کے لیے ہر سطح پہ اتفاق رائے کی ضرورت ہے۔ صرف ایک متحد سیاسی محاذ جہاں کوئی بھی پارٹی دوسروں کی قیمت پر اپنے مفادات کا تحفظ نہ کرے، فوج کے مقابلے میں اپنی سودے بازی کی پوزیشن کو مضبوط کر سکتا ہے۔

8. سیاسی جماعتوں کو جمہوری بنانے کے لیے مزید کام کرنا

منظم سیاسی جماعتوں کے پاس جمہوری ثقافت اور ترقی کے لئے ایک منصوبہ بند نقطہ نظر کے ساتھ ساتھ پالیسی سازی میں مناسب جگہ پر بات چیت کرنے کا بہتر موقع ہمیشہ مہیا ہوتا ہے۔ لہذا، سیاسی جماعتوں کو اچھی طرح سے مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ نیشنل ڈیموکریسی کمیشن قائم کریں، جیسا کہ میثاقِ جمہوریت میں تجویز کیا گیا ہے جو جمہوری ثقافت کو فروغ دیتا ہے اور سیاسی جماعتوں کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے۔

9. یہ یقینی بنانا کہ بااختیار ای سی پی اپنے اختیارات استعمال کرنے کے قابل ہے

اگرچہ الیکشن کمیشن آف پاکستان کو کافی بااختیار بنایا گیا ہے لیکن وہ 2018 کے انتخابات کے دوران وہ ان اختیارات کا بہترین استعمال نہیں کر سکا۔ سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے انعقاد میں زیادہ سے زیادہ مضبوط کردار ادا کرے۔

10. وفاقی اکائیوں کے درمیان تعاون کو بڑھانے کے لیے بین الصوبائی رابطہ کاری کے طریقہ کار پر انحصار کریں

وفاقی حکومت کو چاہیے کہ وہ مشترکہ مفادات کی کونسل (سی سی آئی)، قومی مالیاتی کونسل (این ایف سی)، نیشنل اکنامک کونسل (این ای سی) اور دیگر فورمز کو مزید موثر انداز میں استعمال کرنے کے لیے پیش قدمی کرے تاکہ باہمی دلچسپی کے امور پر صوبوں کے درمیان بہتر ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ وفاقی سالمیت کے مفاد میں، وفاقی حکومت کو صوبوں سے اپنے مالی حصہ میں رضاکارانہ کٹوتی کو قبول کرنے کے بجائے اپنے طور پر اخراجات کو پورا کرنے اور اپنے ٹیکس کو جی ڈی پی کے تناسب میں بڑھانے کی ضرورت ہوگی۔ گلگت بلتستان کے آئینی حقوق کو یقینی بنانے اور سابقہ فاٹا کے مکمل انضمام کے لیے نہ صرف وسائل کی مزید تقسیم کی ضرورت ہے بلکہ پالیسی سازی کے کسی بھی عمل اور وسائل کی تقسیم میں مقامی لوگوں سے مشورہ کرنے کا طریقہ کار بھی ہونا چاہیے۔

11. انتظامی اور مالی اختیارات مقامی حکومتوں کو منتقل کرنا

عوام کی زندگیوں میں کوئی بھی بامعنی تبدیلی تبھی ممکن ہوگی جب بہتر طرزِ حکمرانی ان کی دہلیز پر دستیاب ہوگی۔ تمام سیاسی جماعتوں کو جن کے پاس صوبائی حکومتیں ہیں، کو بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کے آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے حرکت میں آنا چاہیے۔ بعد ازاں انہیں انتظامی اور مالیاتی اختیارات کی منتقلی کے لیے طریقہ کار وضع کرنا چاہیے۔

12. ادارہ جاتی اصلاحات کے ایجنڈے کی موثر نگرانی اور ٹریکنگ کو یقینی بنانا

ایک اجتماعی ملکیت کے لئے مثالی طور پر تو حکمران جماعت کو میثاقِ جمہوریت کا مسودہ تیار کرنے کے لیے ایک کثیر الجماعتی کمیٹی کی تشکیل کے عمل کو شروع کرنے میں پیش قدمی کرنی چاہیے۔ کمیٹی کے پاس کافی مالی وسائل اور انسانی وسائل کے ساتھ ساتھ ایک ذاتی سیکرٹریٹ ہونا چاہیئے جس میں اس پورے عمل پر نظر رکھی جا سکتی ہو، بشمول: میثاقِ جمہوریت کا مسودہ تیار کرنے کے،، عوامی رائے حاصل کرنے، اور کمیٹی کا معاہدہ، اور ٹریکنگ چارٹر کا نفاذ۔ سیکرٹریٹ کو مجوزہ قانون سازی کے ایجنڈے کے ساتھ ساتھ پہلے سے نافذ کردہ قانون سازی کے بارے میں رائے حاصل کرنے کے لیے بھی ایک نظام قائم کرنا چاہیے۔ نئے چارٹر میں جب بھی اس پر اتفاق رائے قائم ہو جائے تو ایک ایسی شق ہونی چاہیے جو اس کی مدت کو مقرر کرے اور اس کے بعد اس پر نظر ثانی کی جانی چاہیے۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ اول

میثاقِ جمہوریت کی بیلنس شیٹ

نمبر شمار	شق	نتیجہ		
الف	آئینی ترامیم	مکمل	نصف مکمل	کوئی عمل نہیں
1.	1973 کا آئین جیسا کہ 12 اکتوبر 1999 کو فوجی بغاوت سے پہلے تھا ویسے بحال کیا جائے گا جس میں پارلیمنٹ میں بند پارٹی لسٹ میں مشترکہ ووٹرز، اقلیتوں اور خواتین کی مخصوص نشستیں، ووٹ ڈالنے کی عمر میں کمی اور نشستوں میں اضافے کی دفعات شامل ہیں۔ پارلیمنٹ اور لیگل فریم ورک آرڈر 2000 اور سترہویں آئینی ترمیم کو اسی کے مطابق منسوخ کردیا جائے گا۔	✓		
2.	گورنرز، تین سروسز چیفس اور چیف جسٹس آف پاکستان کی تقرری 1973 کے آئین کے مطابق چیف ایگزیکٹو کے ذریعے کی جائے گی جو وزیراعظم ہے۔	✓		
3.	(اے) اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی تقرری کے لیے سفارشات ایک کمیشن کے ذریعے مرتب کی جائیں گی، جو درج ذیل پر مشتمل ہوگی۔ • چیئرمین چیف جسٹس ہو گا جس نے پہلے کبھی پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا • کمیشن کے ممبران صوبائی ہائی کورٹس کے چیف جسٹس ہوں گے جنھوں نے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا، ایسا نہ ہوسکنے کی صورت میں اس ہائی کورٹ کا سینئر ترین جج جس نے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا ہو گا وہ ممبر ہو گا۔ • پاکستان بار کے وائس چیئرمین اور صوبائی بار ایسوسی ایشن کے وائس چیئرمین اپنے متعلقہ صوبے میں ججوں کی تقرری کے حوالے سے • سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر		✓	

	• کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ کی ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشنز کے صدور اپنے متعلقہ صوبے میں ججوں کی تقرری کے حوالے سے • وفاقی وزیر قانون وانصاف • اٹارنی جنرل آف پاکستان (اے-1) کمیشن ہر اسامی کے لیے تین ناموں کا ایک پینل وزیر اعظم کو بھیجے گا، جو ایک نام کی تصدیق کے لیے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو بھیجے گا تاکہ عوامی سماعت کے شفاف عمل کے ذریعے نامزدگی کی تصدیق کی جا سکے۔ (اے-2) مشترکہ پارلیمانی کمیٹی ٹریژری بنچوں سے 50 فیصد ارکان پر مشتمل ہوگی اور بقیہ 50 فیصد اپوزیشن جماعتوں کے ارکان پارلیمنٹ میں ان کی طاقت کی بنیاد پر جو متعلقہ پارلیمانی لیڈروں کے ذریعہ نامزد کی گئی ہیں۔ (بی) کوئی جج کسی عبوری آئینی حکم یا کسی دوسرے حلف کے تحت حلف نہیں اٹھائے گا جو 1973 کے آئین میں بیان کردہ اصل حلف کی صحیح زبان سے متصادم ہو۔ (سی) بدعنوانی کی روک تھام، میثاقِ جمہوریت کے نفاذ، اور ججوں کی تقرری کے لیے مجوزہ کمیشن کے ذریعے کسی بھی شہری کی طرف سے توجہ دلانے والے ایسے الزامات پر ججوں کو ہٹانے کے لیے انتظامی طریقہ کار تشکیل دیا جائے گا۔ (ڈی) انسداد دہشت گردی اور احتساب عدالتوں سمیت تمام خصوصی عدالتیں ختم کر دی جائیں اور ایسے مقدمات عام عدالتوں میں چلائے جائیں۔ مزید قواعد وضوابط کا ایک سیٹ بنانے کے لیے جس کے تحت مختلف ججوں کو مقدمات کی تفویض اور مختلف بنچوں میں ججوں کی منتقلی پر چیف جسٹس کے صوابدیدی اختیارات چیف جسٹس اور دو سینئر ترین جج ایک ساتھ بیٹھے ہوئے استعمال کریں گے۔			
.4	آئینی مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک وفاقی آئینی عدالت قائم کی جائے گی، جس میں ہر ایک وفاقی اکائیوں کو مساوی نمائندگی دی جائے گی، جس کے اراکین جج ہو سکتے ہیں یا سپریم کورٹ کے جج بننے کے اہل ہو سکتے ہیں، جو چھ سال کی مدت کے لیے تشکیل دی گئی ہے۔ سپریم اور ہائی کورٹس دیوانی اور فوجداری مقدمات کی باقاعدہ سماعت کریں گی۔ ججوں			✓

	کی تقرری اسی طریقے سے کی جائے گی جس طرح اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی ہوتی ہے۔			
.5	آئین میں موجود کنکرنٹ لسٹ کو ختم کر دیا جائے گا۔ ایک نئے این ایف سی ایوارڈ کا اعلان کیا جائے گا۔	✓		
.6	قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کے لیے مخصوص نشستیں ہر پارٹی کی جانب سے عام انتخابات میں حاصل کیے گئے ووٹوں کی تعداد کی بنیاد پر پارٹیوں کو دی جائیں گی۔	✓		
.7	اقلیتوں کو سینیٹ میں نمائندگی دینے کے لیے سینیٹ آف پاکستان کی طاقت میں اضافہ کیا جائے گا۔	✓		
.8	صوبے کی مشاورت سے فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں شامل کیا جائے گا۔	✓		
.9	شمالی علاقہ جات کو خصوصی حیثیت دے کر اور شمالی علاقہ جات کی قانون ساز کونسل کو مزید با اختیار بنا کر ترقی کی جائے گی تاکہ شمالی علاقہ جات کے لوگوں کو انصاف اور انسانی حقوق تک رسائی فراہم کی جاسکے۔		✓	
.10	بلدیاتی انتخابات متعلقہ صوبوں میں صوبائی الیکشن کمیشنز کے ذریعے جماعتی بنیادوں پر کرائے جائیں گے اور بلدیاتی اداروں کو آئینی تحفظ دیا جائے گا تاکہ وہ خود مختار اور اپنی متعلقہ اسمبلیوں کے ساتھ ساتھ عوام کو باقاعدہ قانون کی عدالتوں کے ذریعے جوابدہ بنائیں۔			
ب۔ طریقہ کار				
.11	قومی سلامتی کونسل ختم کر دی جائے گی۔ دفاعی کابینہ کمیٹی کی سربراہی وزیراعظم کریں گے اور اس کا ایک مستقل سیکریٹیریٹ ہوگا۔ وزیراعظم کے لیے انٹیلی جنس رپورٹس پر کارروائی کے لیے ایک وفاقی سیکیورٹی مشیر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ دو دہائیوں قبل بنائے گئے اعلیٰ دفاعی اور سیکورٹی ڈھانچے کی افادیت کا جائزہ لیا جائے گا۔ جوائنٹ سروسز کمانڈ کے ڈھانچے کو مضبوط بنایا جائے گا اور اسے مزید موثر بنایا جائے گا اور قانون کے مطابق تینوں خدمات کے درمیان گردش کی جائے گی۔	✓		

.12	'وزیراعظم تیسری مدت کے لیے اہل نہ ہونے' پر پابندی ختم کر دی جائے گی۔	✓		
.13	(اے) تشدد، قید، ریاستی سرپرستی میں ہونے والے ظلم و ستم، ٹارگٹڈ قانون سازی، اور سیاسی طور پر محرک احتساب کے متاثرین کو تسلیم کرنے کے لیے سچائی اور مصالحتی کمیشن قائم کیا جائے۔ کمیشن 1996 سے فوجی بغاوتوں اور حکومتوں کی سول برطرفی کے بارے میں اپنے نتائج کا بھی جائزہ لے گا اور رپورٹ کرے گا۔ (بی) ایک کمیشن کارگل جیسے واقعات کے لیے اسباب کی جانچ اور شناخت کرے گا اور ذمہ داری کا تعین کرے گا اور اس کی روشنی میں سفارشات پیش کرے گا۔ (سی) نیب اور دیگر احتساب آپریٹرز کا احتساب نیب آپریٹرز کی جانب سے عہدے کے غلط استعمال کی نشاندہی کرنے اور ان کا احتساب کرنے کے لیے اس کے قیام سے لے کر اب تک انصاف کی خلاف ورزی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے ذریعے۔ (ڈی) سیاسی طور پر متحرک نیب کو ایک آزاد احتساب کمیشن سے تبدیل کرنا جس کا چیئرمین وزیراعظم اپوزیشن لیڈر کی مشاورت سے نامزد کرے گا اور اس کی تصدیق مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کرے گی جس میں 50 فیصد اراکین ٹریژری بنچوں سے ہوں گے اور باقی 50 فیصد ہوں گے۔ اپوزیشن جماعتوں سے اسی طرح جیسے شفاف عوامی سماعت کے ذریعے ججوں کی تقرری۔ تصدیق شدہ نامزد شخص سیاسی غیر جانبداری، عدالتی حقانیت، معتدل خیالات کے معیار پر پورا اترے گا جس کا اظہار اپنے فیصلوں کے ذریعے کیا جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔			✓
.14	پریس اور الیکٹرانک میڈیا کو اس کی آزادی کی اجازت دی جائے گی۔ پارلیمانی بحث اور عوامی جانچ کے بعد معلومات تک رسائی قانون بن جائے گی۔		✓	
.15	قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمینوں کا تقرر متعلقہ اسمبلیوں میں قائد حزب اختلاف کریں گے۔	✓		

.16	دفاعی کابینہ کمیٹی کے تحت ایک موثر نیوکلیئر کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم قائم کیا جائے گا تاکہ نیوکلیئر رساؤ یا پھیلاؤ کے کسی بھی امکان سے بچا جا سکے۔	✓		
.17	بھارت اور افغانستان کے ساتھ پر امن تعلقات کو متنازعہ تنازعات کے بغیر جاری رکھا جائے گا۔		✓	
.18	مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں اور جموں و کشمیر کے عوام کی امنگوں کے مطابق حل کیا جائے۔			✓
.19	عام شہری کی مدد کے لیے گورننس میں بہتری لائی جائے گی، معیاری سماجی خدمات جیسے تعلیم، صحت، روزگار کی فراہمی یقینی بنائی جائے اور قیمتوں میں اضافے کو روکنا، غیر قانونی فالتو کاموں کا مقابلہ کرنا، اور سول اور فوجی اداروں میں شاہانہ اخراجات کو روکنا، کیونکہ یہ سب ظاہر کرنے والوں میں شدید ناراضگی کا باعث ہے۔ ہم ہر سطح پر سادگی کو فروغ دینے اور اس پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہیں۔		✓	
.20	خواتین، اقلیتوں اور پسماندہ افراد کو زندگی کے تمام شعبوں میں یکساں مواقع فراہم کیے جائیں گے۔		✓	
.21	ہم ایسی نمائندہ حکومتوں کے انتخابی مینڈیٹ کا احترام کریں گے جو اپوزیشن کے مناسب کردار کو قبول کرتی ہیں اور یہ اعلان کریں گی کہ کوئی فریق بھی ماورائے آئین طریقوں سے ایک دوسرے کو کمزور نہیں کرے گا۔	✓		
.22	ہم کسی فوجی حکومت یا کسی فوجی سرپرستی والی حکومت میں شامل نہیں ہوں گے۔ کوئی بھی پارٹی اقتدار میں آنے یا جمہوری حکومت کو ختم کرنے کے لیے فوج کی حمایت نہیں لے گی۔	✓		
.23	بدعنوانی اور فلور کراسنگ کو روکنے کے لیے سینیٹ اور بالواسطہ نشستوں کے لیے تمام ووٹ کھلے شناختی بیلٹ کے ذریعے ہوں گے۔ پولنگ میں پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنے والوں کو پارلیمان میں پارٹی لیڈر کی طرف سے متعلقہ سپیکر یا چیئرمین سینیٹ کو ایک خط کے ذریعے نااہل قرار دیا جائے گا جس کی ایک کاپی الیکشن کمیشن کو نوٹیفکیشن کے مقاصد کے لیے خط موصول ہونے کے 14 دن کے اندر بھیجی جائے گی، اگر ایسا			✓

	نہ کیا گیا تو اسے فارغ سمجھا جائے گا۔ اس مدت کے ختم ہونے پر مطلع کیا گیا تھا۔			
.24	تمام فوجی اور عدالتی افسران کو پارلیمنٹرینز کی طرح سالانہ اثاثوں اور آمدن کے گوشوارے جمع کرانے ہوں گے تاکہ انہیں عوام کے سامنے جوابدہ بنایا جاسکے۔			✓
.25	نیشنل ڈیموکریسی کمیشن کا قیام ملک میں جمہوری کلچر کے فروغ اور ترقی کے لیے کیا جائے گا اور سیاسی جماعتوں کو شفاف طریقے سے پارلیمان میں ان کی نشستوں کی بنیاد پر صلاحیتوں میں اضافے کے لیے مدد فراہم کی جائے گی۔			✓
.26	دہشت گردی اور عسکریت پسندی فوجی آمریت کی ضمنی پیداوار ہیں، جمہوریت کی نفی کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور غیر جمہوری قوتوں بھرپور طریقے سے مقابلہ کیا جائے گا۔		✓	
ج۔ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات				
.27	ایک آزاد، خودمختار اور غیر جانبدار الیکشن کمیشن ہونا چاہیے۔ وزیراعظم قائد حزب اختلاف کی مشاورت سے چیف الیکشن کمشنر، الیکشن کمیشن کے ارکان اور سیکرٹری برائے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے ہر عہدے کے لیے تین نام آگے بھیجیں گے، جو اسی طرز پر تشکیل دی گئی ہے جس طرح اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی تقرری کے لیے کی گئی ہے۔ شفاف عوامی سماعت کا عمل۔ اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں وزیراعظم اور قائد حزب اختلاف دونوں الگ الگ فہرستیں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو غور کے لیے بھیجیں گے۔ صوبائی الیکشن کمشنر کا تقرر اسی طرز پر متعلقہ صوبائی اسمبلیوں کی کمیٹیاں کریں گی۔	✓		
.28	تمام سیاسی جماعتوں کو تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی اور تمام سیاسی جلاوطنوں کی غیر مشروط واپسی کے ذریعے انتخابات میں برابری کا میدان یقینی بنایا جائے گا۔ انتخابات تمام سیاسی جماعتوں اور سیاسی شخصیات کے لیے کھلے ہوں گے۔ گریجویشن کی اہلیت کی شرط جس کی وجہ سے بدعنوانی اور جعلی ڈگریاں ہوئیں اسے منسوخ کر دیا جائے گا۔		✓	

.29	بلدیاتی انتخابات عام انتخابات کے انعقاد کے تین ماہ کے اندر کرائے جائیں گے۔			✓
.30	متعلقہ الیکشن اتھارٹی عام انتخابات کے انعقاد کے لیے نگراں حکومت کی تشکیل کی تاریخ سے لے کر انتخابات کے انعقاد تک تمام بلدیاتی اداروں کے لیے غیر جانبدار ایڈمنسٹریٹرز کو معطل اور تعینات کرے گی۔	✓		
.31	آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کے انعقاد کے لیے ایک غیر جانبدار نگران حکومت ہوگی۔ مذکورہ حکومت کے ارکان اور ان کے قریبی رشتہ دار الیکشن نہیں لڑیں گے۔	✓		
د۔ سول-ملٹری تعلقات				
.32	آئی ایس آئی، ایم آئی اور دیگر سیکورٹی ایجنسیاں بالترتیب وزیر اعظم سیکرٹریٹ، وزارت دفاع اور کابینہ ڈویژن کے ذریعے منتخب حکومت کو جوابدہ ہوں گی۔ متعلقہ وزارت کی طرف سے سفارشات تیار کرنے کے بعد ان کے بجٹ کو ڈی سی سی کے ذریعے منظور کیا جائے گا۔ تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سیاسی ونگز ختم کر دیے جائیں گے۔ ملکی دفاع اور سلامتی کے مفاد میں مسلح افواج اور سیکیورٹی اداروں میں اپنی حدود سے تجاوز کرنے والوں کے سدباب کے لیے کمیٹی بنائی جائے گی۔ ان ایجنسیوں میں تمام سینئر پوسٹنگ متعلقہ وزارت کے ذریعے حکومت کی منظوری سے کی جائیں گی۔		✓	
.33	آئین میں فوجی حکومتوں کی طرف سے متعارف کرائی گئی تمام رعائتوں اور چھوٹوں کا جائزہ لیا جائے گا۔			✓
.34	دفاعی بجٹ بحث اور منظوری کے لیے پارلیمنٹ کے سامنے رکھا جائے گا۔		✓	
.35	فوجی اراضی کی الاٹمنٹ اور کنٹونمنٹ کے دائرہ اختیار وزارت دفاع کے دائرہ کار میں آئیں گے۔ 12 اکتوبر 1999 سے لے کر اب تک ریاستی اراضی کی الاٹمنٹ کے تمام معاملات بشمول فوجی شہری اور زرعی اراضی کی الاٹمنٹ کے تمام معاملات کے ساتھ زمین کی الاٹمنٹ کے ایسے تمام اصولوں، ضوابط اور پالیسیوں کے جائزے، چھان بین اور جائزے کے		✓	

	لیے ایک کمیشن قائم کیا جائے گا۔ ان لوگوں کو جوابدہ ٹھہرایا جائے جنہوں نے بدعنوانی، منافع خوری اور جانبداری کی ہے۔			
.36	وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے رولز آف بزنس کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ انہیں پارلیمانی طرز حکومت کے مطابق بنایا جاسکے۔			✓

ضمیمہ دوم

سیاسی جماعتوں، میڈیا اور تجزیہ کاروں کی فہرست جنہیں اس تحقیق میں انٹرویو کیا گیا

نمبر شمار	نام	عہدہ ادارہ اور دیگر معلومات
.1	عبدالقادر پٹیل	رکن قومی اسمبلی پیپلز پارٹی
.2	احسن اقبال	رکن قومی اسمبلی پی ایم ایل (این) سیکرٹری جنرل / رکن میثاقِ جمہوریت کمیٹی
.3	انیس ہارون	رکن نیشنل ہیومن رائٹس کمیشن
.4	عارفہ نور	صحافی، اینکر پرسن ڈان
.5	اورنگ زیب برکی	رکن سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی پاکستان پیپلز پارٹی
.6	ڈاکٹر جہانزیب جمالدینی	سینیٹر بی این پی مینگل
.7	ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی	سابقہ ایم این اے جماعت اسلامی
.8	اعجاز چوہدری	صدر پنجاب پاکستان تحریک انصاف
.9	حافظ حمد اللہ	سینیٹر جمیعت علمائے اسلام (ف) رکن سپریم کونسل
.10	جاوید قاضی	وکیل و مصنف (کراچی)
.11	کرامت علی	ایگزیکٹو ڈائریکٹر (پائیلر)
.12	لیاقت بلوچ	نائب صدر جماعت اسلامی
.13	ماجد نظامی	صحافی الیکشن سیل جیو نیوز
.14	محمد عادل	ایڈیٹر روزنامہ دنیا
.15	محمد عثمان خان کاکڑ	سینیٹر پی کے میپ
.16	نصرت سحر عباسی	ایم پی اے سندھ اسمبلی (جی ڈی اے)
.17	سعدیہ سہیل	ممبر پنجاب اسمبلی پی ٹی آئی
.18	سردار حسین بابک	ممبر بلوچستان اسمبلی اے این پی
.19	شائستہ پرویز ملک	ایم این اے پاکستان مسلم لیگ ن
.20	سہیل وڑائچ	سینئر صحافی و سیاسی مصنف و تجزیہ کار

فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ کی حالیہ مطبوعات

میثاقِ معیشت: پاکستان میں اقتصادی اصلاحات کا ایجنڈا
حفیظ اے۔ پاشا
اسلام آباد، 2021ء
http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18493.pdf

میثاقِ معیشت: پاکستان میں اقتصادی اصلاحات کا ایجنڈا (انگریزی اور اردو)
حفیظ اے۔ پاشا
اسلام آباد، 2021ء
https://pakistan.fes.de/publications

پاکستان میں اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے صنعتی پالیسی
کشور خان
اسلام آباد، 2021ء
https://pakistan.fes.de/publications

خلاء پُر کرنا- پاکستان میں موجود افغان پناہ گزینوں کی نقل مکانی کا انتظام اور پالیسی آپشنز
عائشہ قیصرانی
اسلام آباد، 2021ء
http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18612.pdf

جنوبی ایشیا کی افرادی قوت میں خواتین کی شراکت کا تعین
پاکستان کی ایک کیس اسٹڈی
بسمہ افتخار
اسلام آباد، 2021ء
http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18611.pdf

پاک افغان تعلقات: خطرات اور آگے بڑھنے کا راستہ
ہما بقائی اور نوشین وصی
اسلام آباد، 2021ء
http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18346.pdf

پاکستان: آنے والی اور باہر جانے والی نقل مکانی: طالبان کی فتح کے بعد پاکستان میں افغانوں کو دوبارہ آباد کرنے پر بات چیت کا فریم ورک

فاطمہ کمالی-چیرانی

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18447.pdf

مانیٹری پالیسی سب کیلئے:

پاکستان میں مالیاتی پالیسی کے سماجی نقش پا کو سمجھنا

ساجد امین جاوید

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18610.pdf

پاکستان میں سیاسی محرکات کے بدلتے ہوئے نمونے: نچلی سطح کے سماجی اور سیاسی حقائق کی تلاش

نذیر مہر اور طارق ملک

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18448.pdf

میثاق جمہوریت اور آگے: ادارہ جاتی اصلاحات کے لئے آگے بڑھنے کا رستہ

نزیر مہر، طارق ملک، اسامہ بختیار

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18449-20211104.pdf

پاکستان میں محنت اور روزگار

حفیظ اے پاشا

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/17993.pdf

پاکستان میں محنت اور روزگار (اردو)

حفیظ اے پاشا

اسلام آباد، 2021ء

https://pakistan.fes.de/publications

پاکستان میں حکمرانی کو مضبوط بنانا: دہشت گردی اور انتہاپسندی سے نمٹنے کے لئے نیشنل ایکشن پلان کا جائزہ

پاک انسٹیٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز (PIPS)

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18096.pdf

پاکستان میں دہشت گردی کی وضاحت: سپریم کورٹ کا فیصلہ-پارلیمان کے لئے رہنما اصول

محمد عامر رانا

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18094.pdf

پاکستان میں دہشت گردی کی وضاحت: سپریم کورٹ کا فیصلہ-پارلیمان کے لئے رہنما اصول (اردو)

محمد عامر رانا

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/18095.pdf

پاکستان میں نسوانیت کے تضادات اور ابہام: چوتھی لہر کی کھوج

روبینہ سہگل

اسلام آباد، 2021ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/17334.pdf

COVID-19 کے عصر میں صحافت: پاکستان سے نقطہ نظر

عافیہ سلام

اسلام آباد، 2020ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/15952.pdf

شہری تعلیم پر تربیتی کتابچہ

ظفر اللہ خان

اسلام آباد، 2020ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/17233.pdf

وائرس سے تبدیل شدہ؟ پاکستان پر کورونا بحران کے وسط مدتی اور دُوررَس اثرات

نازش بروہی

اسلام آباد، 2020ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/16577.pdf

وائرس سے تبدیل شدہ؟ پاکستان پر کورونا بحران کے وسط مدتی اور دُوررَس اثرات (اردو)

نازش بروہی

اسلام آباد، 2020ء

https://pakistan.fes.de/publications

کورونا کے عالمی اثرات: یہ وَبا دنیا کو کس طرح بدل رہی ہے

یوخن، ہیلر

اسلام آباد، 2020ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/16578.pdf

کورونا کے عالمی اثرات: یہ وَبا دنیا کو کس طرح بدل رہی ہے (اردو)

یوخن، ہیلر

اسلام آباد، 2020ء

https://pakistan.fes.de/publications

پاکستان کی علاقائی ربط سازی کی تعمیر

رابعہ اختر

اسلام آباد، 2020ء

http://library.fes.de/pdf-files/bueros/pakistan/15952.pdf

مطبوعات کے حصول کے لئے براہِ کرم ای میل بھیجیں

info@fes-pakistan.org

یا کال کریں: 4-3391 280 51 92+

ایکنالجمنٹس:

سیدہ شہر بانو کاظم، زینیبہ شوکت اور عائشہ حمیرہ نے ٹی آر آئی کی فیلڈ ٹیموں کے ایک حصے کے طور پر معروف سیاستدانوں، صحافیوں اور ماہرین کے ساتھ اہم معلوماتی انٹرویوز کیے۔ ٹی آر آئی کے ہوم آفس کے ساتھی فیصل حسین نے ٹیم کو وسیع پروگرام اور آپریشنل مدد فراہم کی۔

ادارتی معاونت کے لیے جوشوا کیمپر کا شکریہ۔

سرورق تصویر:
کاپی رائٹ یوخن ہیلر

مُترجِم:
محمد شوذب عسکری

فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ کا اس اشاعت میں پیش خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

اشاعت:
کاپی رائٹ© 2021، فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ پاکستان آفس
پہلی منزل، W-66، جنید پلازہ، جناح ایونیو، بلیو ایریا
پی او بکس 1289، اسلام آباد پاکستان

مدیران:
ڈاکٹر یوخن ہیلر | کنٹری ڈائریکٹر
عبداللہ دایو | پروگرام کوآرڈینیٹر
فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ (ایف ای ایس)، پاکستان آفس

فون: +92 51 280 3391 – 4
فیکس: +92 51 280 3395
ویب سائٹ: https://pakistan.fes.de
فیس بک: Friedrich-Ebert-Stiftung, Pakistan
ٹوئٹر: @FES_PAK

مطبوعات کے حصول کے لئے: info@fes-pakistan.org

فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ کی جانب سے شائع کردہ تمام ابلاغی مواد کا تجارتی مقاصد کے لئے استعمال ادارے (ایف ای ایس پاکستان) کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ (ایف ای ایس) جرمنی کی سب سے پرانی سیاسی فاؤنڈیشن ہے۔ اس کا نام جرمنی کے سب سے پہلے جمہوری صدر فریڈرک ایبرٹ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ فریڈرک ایبرٹ اسٹیفٹنگ نے پاکستان میں اپنا نمائندہ آفس 1990 میں قائم کیا۔ ایف ای ایس اپنے بین الاقوامی کام میں باہمی افہام و تفہیم اور پرامن ترقی کے لئے بات چیت کو بڑھانے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دنیا بھر میں سیاست، معیشت اور معاشرے میں سماجی انصاف ہمارے معروف اصولوں میں سے ایک ہے۔ ایف ای ایس تقریباً اتنے ہی ممالک میں 107 دفاتر چلاتا ہے۔ پاکستان میں ایف ای ایس غور و فکر کے عمل، عوام کو آگاہی کے زریعے جمہوری اقدار کے فروغ کیلئے مختلف سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہے؛ اقتصادی اصلاحات، محنت کشوں کے موثر ہونے اور امن و ترقی کے لئے حالیہ برسوں میں علاقائی تعاون کو مستحکم کرنے کے لئے سماجی انصاف کی وکالت کررہی ہے اور اسے فروغ دے رہی ہے۔

دی ریسرچ انیشیئیٹو (ٹی آر آئی) ایک آزاد غیر سیاسی، غیر جانبدار اور غیر سرکاری ادارہ ہے جو جمہوری طرز حکمرانی، قانون کی بالادستی، امن اور تنازعات کے مطالعے میں دلچسپی رکھتا ہے، ٹی آر آئی شواہد پر مبنی پالیسی سے متعلقہ تحقیق میں حصہ ڈالتا ہے جو گورننس کے مسائل کی وضاحت اور ترجیح دینے میں مدد کرتا ہے اور ایسے لائحہ عمل تیار کرتا ہے جو قابل عمل ہو، ٹی آر آئی قومی، صوبائی اور مقامی سطحوں پر کلیدی اسٹیک ہولڈرز جن میں حکومت کے (ایگزیکٹو اور قانون ساز ادارے) شامل ہیں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔

ISBN: 978-969-9675-35-2 آئی ایس بی این